حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

الجماعۃ

جولائی-اگست ۲۰۲۵ء

جہاد آزادی
اور علمائے صادق پور

اگر سارے ملک کے حریت پسندوں کی آزادئ وطن کے لیے خدمات ایک پلڑے میں ڈال دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف علمائے صادقپور کی خدمات ڈال دی جائیں تو صادق پوری علماء کا پلڑا بھاری ہو گا۔

از: وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو

(مولانا عبد السمیع جعفری صادق پوری: حیات و خدمات، صفحہ ۵۵)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

محرم-صفر ۱۴۴۷ھ ● جولائی-اگست ۲۰۲۵ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

دین پر ثبات قدمی اور دلوں کی اصلاح

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ﴾ [آل عمران:۸]

”اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما تو بڑا عطا فرمانے والا ہے“۔

فوائد: (۱) اللہ تعالیٰ کی نظر کا مرکز انسان کا دل ہے جس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کی قدر و منزلت بنتی ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ”**إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ، وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ، وَأَعْمَالِكُمْ**“. ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے“۔[صحیح مسلم:۲۵۶۴]

(۲) ایمان کا مرکز بھی دل ہے اسی لئے اسے درست رکھنے کا حکم ہے کیونکہ دل کے اچھے اور برے ہونے کے ساتھ ایمان کا حسن اور قبح سمجھ میں آتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[الحجرات:۱۴]

”دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے) حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ تم اگر اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرنے لگو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے“۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ”لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے“۔[الحجرات:۷]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”**أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ**“. ”سن لو! بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جب وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ گیا، سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے“۔[البخاری، الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ:۵۲]

دل کی مثال رسول اللہ ﷺ نے کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے: ”**مَثَلُ الْقَلْبِ كَمَثَلِ رِيشَةٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ أَصْلِ شَجَرَةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّيحُ ظَهرًا لِبَطْنٍ**“.[سنن ابن ماجہ:۸۸]

”دل کی مثال اس پر کی سی ہے جو صاف میدان میں زمین پر پڑا ہوا ہو اور ہوائیں اسے الٹ پلٹ کر دیتی ہیں اور وہ پر کبھی پیٹھ کے بل ہو جاتا ہے اور کبھی پیٹ کے بل“۔

دل اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”**إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ**“.[جامع الترمذی، القدر،

باب ماجاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن.. ۲۱۴۰]

''بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ انہیں جیسے چاہے پھیر دے''۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذکورہ آیت والی دعا کیا کرتے تھے کہ: ''اے اللہ! ہدایت نصیب کر دینے کے بعد ہمیں گمراہی کی طرف نہ لے جانا یا ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا''۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا بکثرت کیا کرتے تھے: ''يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ، ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ''. ''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا''۔[جامع الترمذی، القدر، باب ماجاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن.. ۲۱۴۰]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا بہت زیادہ کیا کرتے تھے:

اے اللہ! دلوں کو بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھنا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا دل بدل جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جس قدر بنو آدم ہیں سب کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اگر اللہ چاہتا ہے تو انہیں سیدھا رکھتا ہے اور چاہتا ہے تو انہیں ٹیڑھا کر دیتا ہے تو ہم اپنے اللہ سے جو ہمارا رب ہے یہ سوال کرتے ہیں کہ ''وہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرے'' اور ہم سوال کرتے ہیں کہ ''وہ خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرمائے، بے شک وہ بہت عطا کرنے والا ہے'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے کوئی دعا سکھا دیں جو میں اپنے لئے کیا کروں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا کیا کرو: ''اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب! میرے گناہ کو بخش دے، میرے دل کے غیظ وغضب کو دور کر دے اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے اپنی پناہ میں رکھ''۔[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰/۲۱۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/۳۳۸]

قارئین کرام!

اپنے دلوں کی اصلاح کیجئے، انہیں گناہوں کے زنگ سے صاف کیجئے ورنہ جو قوم اس دل کا خیال نہیں رکھتی اور ٹیڑھے پن کا خود شکار ہونے کی کوشش کرتی ہے اللہ بھی اسے ٹیڑھا کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَمَّا زَاغُوٓا۟ أَزَاغَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾[الصف:۵] ''تو جب ان لوگوں نے کجروی کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دئے''۔

مزید فرمایا: ﴿وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ ٱنصَرَفُوا۟ صَرَفَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ﴾[التوبۃ:۱۲۷]

''اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟ پھر پلٹ جاتے ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر رکھا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے''۔

گناہوں کی وجہ سے دل مردہ اور زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور اسی طرح زیادہ ہنسنے سے بھی دل مردہ ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لَا تُكْثِرُوا الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ''.[سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۳]

''تم زیادہ نہ ہنسا کرو! کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں''۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ ہدایت نصیب کر دینے کے بعد ہمیں گمراہی کی طرف نہ لے جانا اور ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا۔(آمین)

حلقۂ حدیث

نوحہ کرنا حرام ہے

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رضي الله عنه - قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - النَّائِحَةَ، وَالْمُسْتَمِعَةَ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ.

وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - أَنْ لَا نَنُوحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ:

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت کی ہے۔ (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے)۔

اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم میت پر نوحہ نہیں کریں گی۔ [بخاری ومسلم]

تخریج حدیث ابوسعید خدری:

سنن أبي داود، کتاب الجنائز، باب في النوح، حدیث: 3128، السنن الکبری للنسائی حدیث: 2128، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [المستدرک للحاکم: 93/1]

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی تہذیب السنن (318/3) میں اس حدیث کو صحیح گردانا ہے۔

جبکہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [الارواء حدیث 769، ضعیف الجامع الصغیر حدیث: 4690]

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف بتلایا ہے۔ [الخلاصہ 1053/2]

حدیث ام عطیہ:

صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماینھی من النوح والبکاء، والزجر عن ذلک، حدیث: 1306، وصحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، حدیث: 936، سنن أبي داود، کتاب الجنائز، باب فی النوح حدیث: 3127، سنن نسائی، کتاب البیعۃ، بیعۃ النساء، حدیث: 4180۔

فوائد ومسائل:

1۔ نوحہ کہتے ہیں میت کے اوصاف کو گن گن کر کے اونچی آواز سے رونا، پیٹنا، گریبان چاک کرنا، رخساروں پر مارنا وغیرہ۔

2۔ ان دونوں روایتوں سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ مرنے والوں پر نوحہ اور بین کرنا، چیخنا چلانا، واویلا کرنا،

گریبان چاک کرنا اور منہ نوچنا وغیرہ حرام افعال ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ میں سے ہیں۔لیکن غم سے آنکھوں کا اشک بار ہونا اور آنسوؤں کا بے اختیار بہہ نکلنا حرام نہیں، گویا آنکھوں کا فعل حرام نہیں بلکہ زبان کا فعل حرام ہے۔

اس امر کی ممانعت دیگر صحیح احادیث میں بھی موجود ہے:

(1) جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت جریر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حمص شہر میں خطبہ دیا تو اس خطبے کے دوران میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔[سنن ابن ماجہ، الجنائز، حدیث:158، والمعجم الکبیر للطبرانی: 373/19 حدیث:876]

(2) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''نوحہ جاہلیت کا رواج ہے۔نوحہ کرنے والی اگر توبہ کیے بغیر مر گئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے تارکول کے کپڑے اور آگ کے شعلے کی قمیص تیار کرے گا۔''[سنن ابن ماجہ،کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن النیاحۃ، حدیث:1581]

(3) نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کا رواج ہے۔نوحہ کرنے والی اگر توبہ کیے بغیر مر گئی تو اسے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے جسم پر تارکول کی قمیصیں ہوں گی، پھر ان پر آگ کے شعلوں کی قمیص پہنائی جائے گی۔''[سنن ابن ماجہ،کتاب الجنائز، حدیث:1582]۔

ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ نوحہ غیر اسلامی فعل ہے، اور حرام ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

3- یہ حکم اور وعیدیں صرف عورت کے لیے خاص نہیں بلکہ مرد بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا تو قیامت کے دن اسے بھی یہی سزا ملے گی۔ احادیث میں عورتوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ عرب میں عورتیں ہی نوحہ کرتی تھیں۔

ارشاد نبوی ہے:

''جو شخص رخساروں پر تھپڑ مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی طرح پکارے وہ ہم میں سے نہیں۔''[صحیح البخاری،کتاب الجنائز، حدیث:1297] اس میں مرد بھی شامل ہیں۔

4- ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اس ملعون فعل کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھے، بیٹھ کر سنے، اور اس فعل کی حوصلہ افزائی کرے وہ بھی برابر کا گنہگار ہے۔

5- حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بیان کردہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خواتین سے متعدد باتوں کا عہد لیا تھا جن میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ نوحہ حرام ہے، یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور موجب لعنت فعل ہے، اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

اداریہ

جہادِ آزادی اور علمائے صادق پور

مدیر

بہار کی راجدھانی پٹنہ کے گنگا پل کے مشرق مینا بازار کے پاس واقع محلہ کا نام 'صادقپور' ہے، جو کبھی مجاہدین آزادی کا مرکز ہوا کرتا تھا۔اب اس کی ساری نشانیاں مٹ چکی ہیں۔البتہ مجاہدین کے دور کی ایک جامع مسجد اب بھی موجود ہے۔صادق پور کا محلہ سولہویں صدی عیسوی میں علمائے اہل حدیث کی بستی اور تحریک شہیدین سے بیعت کرنے والے خاندان ولایت علی اور اس کے جگر پاروں کا مرکز بھی تھا، یہاں توحید وسنت کی تعلیم کے ساتھ شرک وبدعت کے خلاف پوری جرأت وایمانداری کے ساتھ دعوت بھی قائم تھی اور دوسری طرف انگریزوں کے ظالمانہ وجابرانہ استعمار اور وطن عزیز پر قبضے کی سازشوں کے خلاف تحریک بھی چلائی جاتی تھی۔واقعہ یوں ہے کہ انگریزی استعمار اور ان کے آلہ کار طاقتوں کے خلاف جب خاندان ولی اللہی کے جانباز سپوت شاہ اسماعیل شہید دہلوی اور سید احمد شہید رائے بریلوی نے تحریک جہاد کا علم بلند کیا تو صادق پور کے مولانا ولایت علی اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی اس قافلے حریت کے متوالوں میں شامل ہو گئے تحریک شہیدین کے جانبازوں نے بہت سارے معرکے سر کئے مگر 1831ء میں بالاکوٹ کے میدان میں چند ضمیر فروشوں کی مخبری اور دھوکہ دہی سے شہید کر دیے گئے۔یہ تحریک اتنی مضبوط تھی اور اس کی آواز اتنی طاقتور تھی کہ انگریز خوش ہو گئے کہ اب یہ ختم ہو جائے گی اور ان کی سازشوں کے خلاف آواز اب بلند نہ ہوگی مگر قربان جائیں صادق پور کے ان جانباز سپوتوں پر جنھوں نے جہاد حریت کے علم کو اٹھائے رکھا اور اسے پٹنہ کی سرزمین عظیم آباد اور صادق پور سے جاری اور ساری رکھا۔

انگریزوں کے جبر واستعداد اور ظلم وتشدد کا یہ وہ خوفناک مرحلہ تھا جس میں انگریزی ظلم کے خلاف زبان کھولنے پر سیدھے پھانسی اور عبور دریائے شور کی سزا ہوتی، رنگون اور کالا پانی میں قائم جیلوں میں ٹھونس کر زندگی اجیرن کر دی جاتی۔اس خطرے میں پورے ملک میں اگر کہیں سے کوئی آواز اور جہاد وطن کیلئے صدا بلند ہوتی تھی تو وہ پٹنہ کا صادق پور کا محلہ تھا، یہ محلہ انگریزوں سے لڑنے میں خصوصی شہرت رکھتا تھا، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی شہادت کے بعد اس خاندان کے جانبازوں نے تحریک جہاد کی باگ ڈور سنبھالی۔مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی اور مولانا عبداللہ، مولانا عبدالکریم جماعت مجاہدین کے امیر بنے۔اندرون ہند بھی اسی خاندان کے دیگر اراکین نے تحریک کی قیادت کی ذمہ داری سنبھالی۔مولانا یحییٰ علی، مولانا احمد اللہ، مولانا عبدالرحیم کو اسی پاداش میں کالا پانی کی سزا ہوئی، انگریزوں نے ان پر سازش کے مقدمات قائم کیے۔جائیدادوں کی ضبطی ہوئی۔حتیٰ کہ خاندانی قبرستان تک کو مسمار کر دیا گیا۔اس لئے ان کی مجاہدانہ کاوشوں کا اعتراف ہر طبقہ فکر نے کیا۔مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ پوری تاریخ مہم جوئیوں اور قربانیوں اور ایسے حوادث ومصائب اور ایذا رسانی و بربریت کی داستان ہے، جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں، یہ مسلسل جنگوں اور معرکہ آرائیوں کا سلسلہ تھا۔جو قتل وغارت گری، املاک وجائیداد کی ضبطی، طویل مقدمات، جلاوطنی اور اخراج اور ایسی تحقیق وتفتیش پر مشتمل تھا جو قرون وسطی میں یورپ کی عدالتوں کے ساتھ مخصوص تھا اگر جاں

نثاری، ایثار وقربانی اور ہمت وجوانمردی کے وہ سارے کارنامے جو اس ملک کے جہاد حریت اور قومی آزادی کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ ایک پلڑہ پر رکھے جائیں اور اہل صادق پور (خاندان مولانا ولایت علی عظیم آبادی) کے کارنامے اور قربانیاں ایک پلڑے میں تو آخر الذکر کا پلڑہ نمایاں طور پر بھاری ہوگا''۔[جب ایمان کی بہار آئی:256]

مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی جیسی شخصیات جن کا تعلق عظیم آباد (پٹنہ) سے ہے، یہ سب کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے، عظیم آباد کی نمایاں شخصیات میں ان کا شمار ہوتا تھا، دنیاوی نعمتوں کی بھرمار تھی۔لیکن جب سید احمد شہید کے ہاں بیعت ہوئے، سب کچھ اللہ کی راہ میں وقف کر دیا، امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ چھوڑ کر سادہ طرز زندگی اپنالیا۔

مولانا غلام رسول مہر نے سادگی کا ایک واقعہ لکھا ہے، کہ ایک دفعہ سید صاحب تکیہ (سید صاحب کا گاؤں) میں مریدوں کے ساتھ تعمیر میں مصروف تھے۔ مولانا ولایت علی گارا تیار کر رہے تھے، اسی اثنا میں عظیم آباد سے ان کے والد کا بھیجا ہوا ملازم پہنچ گیا، جو مولانا کے لیے قیمتی پوشاک اور بھاری رقم لے کر آیا تھا، آ کر مولانا سے ہی پوچھنے لگا: ولایت علی صاحب کدھر ہیں؟ کہا: میں ہی ولایت علی ہوں، اس نے جب قائل کی ہیئت کذائی دیکھی کہ گارے میں لتھڑا ہوا ایک مبتذل سا شخص خود کو ولایت علی کہہ رہا ہے، تو مذاق سمجھ کر ناراض ہو گیا، بعد میں جب تصدیق ہوگئی تو بہت شرمندہ ہوا۔ بصد احترام ان کا سامان ان کے حوالے کیا۔ لیکن مولانا نے ان قیمتی اشیاء میں سے ایک چیز بھی خود نہ رکھی، بلکہ سید صاحب کے بیت المال میں جمع کروادی۔

یہی عظیم آباد ہے، جو ہندوستان میں مجاہدین کا مرکز رہا، بلکہ وہاں ایک جگہ 'قافلہ' کے نام سے مشہور ہوگئی تھی جہاں مجاہدین کے قافلے بہ کثرت آ کر ٹھہرا کرتے تھے۔

سیدین کی شہادت کے کچھ سالوں بعد دعوت وتبلیغ کے میدان سے نکل کر یہ بزرگ سید ھا میدان کارزار میں جا پہنچے، اور بعد میں عظیم آباد سے اپنی ساری جائیداد بیچ کر وہ بھی راہ جہاد میں وقف کر دی، اور ہمیشہ کے لیے سرحد میں ہی توطن اختیار کیا، ساری عمر سرحد کے مرغزاروں کو توحید و جہاد کے نغموں سے مسحور کرتے رہے۔اور شہیدوں کی اسی سرزمین میں سپرد خاک ہوئے۔[دیکھئے سرگزشت مجاہدین وجماعت مجاہدین از: غلام رسول مہر]

مولوی عبد الرحیم صاحب 'الدر المنثور فی تذکرۃ علماء صادق فور' یعنی 'تذکرہ صادقہ' کے مصنف بھی سرزمین عظیم آباد کے ہی سپوت تھے، مجاہدین کی اعانت کے قابل فخر جرم میں جزیرہ انڈیمان میں پندرہ بیس سال رہے، تمام جائیداد بھی اسی جرم میں ضبط کر لی گئی تھی، عظیم آباد سرزمین کے جس حصے پر تحریک دعوت و جہاد کا کاروبار چلتا تھا، مسافر خانے، مدرسہ اور ان بزرگوں کی رہائش تھی، وہ سب انگریزی حکومت نے غصب کر کے، وہاں بلدیہ کا سلسلہ شروع کرلیا۔

مولانا جب کالا پانی سے سزا کاٹ کر عظیم آباد لوٹے تو 'خراب دیار' دیکھ کر ضبط نہ کر سکے، وہاں کھڑے کھڑے حسرت سے چند اشعار نوک زبان پر آ گئے۔

يا منزلا لعب الزمان بأهله
فأبادهم بتفرق لا يجمع
إن الذين عهدتهم بک مرة
كان الزمان بهم يضر و ينفع
أصبحت تفزع من يراك وطالما
كنا إليك من المعادل تفزع
ذهب الذين يعاش في أكنافهم
بقي الذين حياتهم لا تنفع

واقعہ یہ ہے کہ ملک کے بڑے صوبوں، شہروں، قصبات اور گاؤں میں خفیہ سازشوں کا جال پھیلا ہوا تھا، ملک کے چپّے چپّے

میں سید صاحب کے مرید، خلیفہ اور مبلّغ رضا کار تحریک کی دعوت اشاعت اور بغاوت پھیلانے میں مصروف تھے‘‘ ایک انگریز کہتا ہے:’’ دو خلیفہ (ولایت علی، عنایت علی) نے بنگال اور جنوبی ہند کا دورہ کیا اور چھوٹے مبلغین بے شمار تھے‘‘۔(ڈبلو ڈبلو ہنٹر) ان دونوں جاں باز خلیفہ نے بنگال کے علاوہ بمبئی، حیدر آباد اور وسطِ ہند کے علاقے، جنوبی اور وسطی صوبوں مالوہ، بوکرہ، پٹنہ، ندیا، فرید پور، ڈھاکہ، میمن سنگھ، نواکھالی ان سارے علاقوں میں تحریک کی دعوت پہنچادی، تحریک کا ایک مرکز نیپال کے جنوبی علاقے کاٹھمنڈو میں تھا یہاں اس تحریک میں بھوانی پاٹھک اور دیوی چودھرانی شریک تھے، باریسات میں وہابی تحریک کے ٹیٹو میاں اور فرائضی تحریک کے دُودُو میاں نے پورے علاقے اور قرب وجوار میں سیّد صاحب کے رضا کار کی حیثیت سے انگریزوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا، بعد میں ان کو پھانسی ہوئی، نظام سکندر جاہ کا بیٹا مبارز الدولہ حیدر آباد نظام خاندان سے بغاوت کر گیا، وہاں کے سیاسی حالات نے اُسے انگریز دشمن بنادیا وہ سید صاحب کی تحریک میں شریک ہوگیا، افغانوں اور عربوں کو تحریک میں بھرتی کرکے گول کنڈہ قلعے کے فوجیوں میں بغاوت پھیلادی، کرنول کے مسلمانوں کے نام شریف مکہ کا خط ملا جس میں تمام مسلمانوں کو تحریک میں شامل ہونے کی تاکید کی گئی تھی۔[تفصیل کیلئے دیکھیں: سرگزشت مجاہدین وجماعت مجاہدین، از: غلام رسول مہر]

انگریزی عہد میں بنگال گورنمنٹ کے زیر انتظام عدلیہ نے علمائے صادق پور کے مقدمات کی سماعت کی اور جدوجہد آزادی کی پاداش میں 1282ھ/ 1865ء میں یہ منتقمانہ فیصلہ سنایا کہ ان کی تمام جائیداد ضبط کرلی جائے اور انھیں سزائے موت دی جائے۔ موت کی سزا بعد میں کالا پانی کی اسارت میں منتقل کر دی گئی۔ ضبطیِ جائیداد کی منتقمانہ کارروائی کے لیے عین عید کا دن منتخب کیا گیا۔ عدالتی فیصلے کے مطابق مولانا احمد اللہ صادق پوری، مولانا یحییٰ علی صادق پوری اور مولانا عبد الرحیم صادق پوری کی تمام جائیداد ضبط کرلی گئی۔ صرف ان کے عالیشان مکانات ہی منہدم نہیں کیے گئے بلکہ خاندانی قبرستان کو بھی مسمار کر دیا گیا۔

مشہور مورخ کالی کنکر دتہ (1905ء۔1982ء) اپنی مشہور کتاب "The History of Freedom Movement in Bihar" (بہار میں تحریکِ آزادی کی تاریخ) میں لکھتے ہیں:۔

’’پٹنہ میں وہابیوں کی سرگرمیوں کے فوراً بعد، حکومت نے ان کی جائیدادیں ضبط کرنے کے لیے کارروائی شروع کر دی۔ صرف مولوی احمد اللہ کی زمینداری اسٹیٹ کی سالانہ آمدنی تقریباً -/20000 تھی۔ حتیٰ کہ وہ گاؤں جو گرفتاری سے قبل احمد اللہ نے اپنی بیوی کو حق مہر (یا تحفتاً) مستقل طور پر دیئے تھے، انھیں بھی نہیں بخشا گیا۔ مولویوں کی سرگرمیوں اور ان کی جائیدادیں ضبط کرنے سے وہابیوں کے صادق پوری خاندان برباد ہو گئے۔ لیکن اس کے باوجود تحریک ختم نہیں ہوئی‘‘۔

پرناب چندر رائے چوہدری اپنی کتاب ’’Inside Bihar‘‘ ص161 میں لکھتے ہیں:’’احمد اللہ اور دیگر وہابیوں کی سرگرمیوں کے بعد ان کی املاک کے خلاف بے رحمانہ کارروائی کی گئی۔ ان کی املاک ضبط کرلی گئیں۔ حتیٰ کہ وہ گاؤں جو گرفتاری سے قبل احمد اللہ نے اپنی بیوی کو حق مہر (یا تحفتاً) مستقل طور پر دیئے تھے، انھیں بھی نہیں بخشا گیا۔ نہ صرف مکانات کو منہدم کرکے سطحِ زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا، ان پر بازار اور میونسپل عمارتیں بھی تعمیر کی گئیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ خاندانی قبرستان کو بھی مسمار کر دیا گیا تھا‘‘۔

مولانا عبد الرحیم صادق پوری جب کالا پانی کی کم وبیش 19 سالہ اسارت کے بعد رہا ہوکر اپنے وطن واپس آئے تو تغیر حالات نے ان کے قلب ونظر پر جو اثر ڈالا اس کی کیفیت خود ان ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:’’محلہ نمو ہیہ میں پہنچا، جہاں کہ میرے اہل وعیال مقیم تھے، اس کی صبح ہو کے صادق پور گیا تو وہاں دیکھا کہ ہم لوگوں

کے مکانات کل منہدم کر کے کف دست میدان بنادیا گیا ہے اور اس پر بازار اور میونسپلٹی کے مکانات بنادیے گئے ہیں۔ میں نے چاہا کے اپنے خاندانی مقبرہ کو کہ جہاں چودہ پشت سے ہمارے آباواجداد دفن ہوتے چلے آئے تھے جا کر دیکھوں اور خصوصاً اپنے والدین ماجدین غفر اللہ لھما کے مزار کی زیارت کروں اور اس پر دعائے مغفرت پڑھوں۔ مگر ہر چند کہ کوشش کی پتانہ ملا۔ بعد تجسس وتفحص بسیار وغور و فکر کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ حضرت والدین ماجدین کی قبریں کھود کر اس پر عمارت میونسپلٹی بنادی گئی ہے۔

اے حضرات ناظرین! اس وقت اس حرکت کا جو ہمارے اموات کے ساتھ کی گئی جو صدمہ دل سے گزرا وہ بیرون از حیطہ تحریر وتقریر ہے۔ اس وقت تک اس کی یاد سے بدن کے رونگٹے تک کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے جرم میں ہمارے اموات وآباواجداد کی قبریں کیوں کھودی گئیں اور وہ مقبرہ کیوں معرض ضبطی میں آیا، ہماری عادل گورنمنٹ نے کیوں یہ کام کیا؟ بہر کیف میں نے اسی جگہ کھڑے ہو کر کہ جہاں ان کی قبر میرے خیال میں آئی دعائے مغفرت کر لی اور آج تک بھی ایسا ہی کر لیا کرتا ہوں''۔ [الدر المنثور فی تراجم اھل صادق فور، ص: 144-145، مطبوعہ ہادی المطابع کلکتہ 1901ء]

صادق پوری خانوادے کی ضبط شدہ جائیداد کی مجموعی رقم ایک لاکھ اکیس ہزار نو سو اڑتالیس روپے چار آنے ایک پائی تھی۔ اس زمانے کے اعتبار سے یہ بہت بڑی رقم تھی۔ [ملاحظہ ہو: مجاہدین صادق پور (ہند) پٹنہ بہار نمبر سوونیر 1998ء، ص: 24-25]

معلوم ہوا کہ پورا خاندان تخت وتاراج کر دیا گیا گھروں پر بلڈوزر چلا دیے گئے اور کالا پانی اور رنگون کی سزائیں دے دی گئی مگر وطن کی محبت اور گورے انگریزوں کے اس ملک پر ناجائز استعمار اور قبضے کے خاتمے کے لیے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اسی لیے ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے وطن کی آزادی کے بعد خصوصی طور پر پٹنہ کے ان جانباز سپوتوں کے آخری مجاہد مولانا عبدالخبیر صادق پوری سے ملاقات کی اور پورے خاندان کی خدمات کو سراہتے ہوئے یہ تاریخی کلمات کہے جو قابل غور ہیں: ''اگر سارے ملک کے حریت پسندوں کی آزادئ وطن کیلئے خدمات ایک پلڑے میں ڈال دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف علمائے صادقپور کی خدمات ڈال دی جائیں تو صادق پوری علماء کا پلڑا بھاری ہوگا۔ تحریک مجاہدین صادق پوری خاندان کے دم قدم سے ڈیڑھ صدی تک انگریزوں کے خلاف نبرد آزما رہی، جائیداد کی قرقیوں اور مال ومتاع کی ضبطی کے مرحلے بھی اس عظیم خاندان کو پیش آئے''۔ [مولانا عبدالسمیع جعفری صادق پوری: حیات وخدمات، صفحہ 55]

غرضیکہ صادق پور کے حریت پسندوں کا یہ قافلہ وطن سے محبت اور ملک کی آزادی کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے بعد اللہ رب العالمین کے ہاں سرخرو ہونے کا جذبہ لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا مگر ان کی یادیں ابھی باقی ہیں اور اس طرح سے انہی کی کاوشوں اور ڈالی گئی بنیادوں کا نتیجہ ہے کہ بعد میں مختلف تحریکیں آزادی وطن کے لیے وجود میں آئیں اور پھر کندھے سے کندھا ملا کر سب لوگوں نے ایک طویل جدوجہد کے بعد اس ملک کو انگریزوں سے 1947ء میں آزادی دلائی۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صادق پور کے یہ تمام کے تمام علماء اور اس محلے کے رہنے والے تمام افراد جماعت اہل حدیث کے افراد تھے اور توحید اور سنت کے داعی ومناد تھے اور جہاد آزادی میں صف اول کے مجاہد اور اس ملک کی آزادی کے لیے اپنا خون اور اپنے جان و مال کی قربانی پیش کرنے والے تھے۔ اللہ کرے ان کی قربانیاں آخرت میں انھیں بلند مقام تک پہنچائیں اور دنیا میں بھی لوگوں کیلئے اس پیغام کو سمجھنے اور وطن سے محبت اور ملک کی حقیقی خدمت کرنے کی سعادت اور توفیق کی طرف لے جائیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔ ۞

عقیدہ ومنہج

عدالتِ صحابہ کا صحیح معنی ومفہوم اور اس کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

● ڈاکٹر فاروق عبداللہ نراین پوری (استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا)

کسی بھی حدیث کی قبولیت کے لیے محدثین کرام نے درج ذیل چھ شرطیں رکھی ہیں:

۱۔رواۃ عادل ہوں۔

۲۔ضابط ہوں (یعنی غلطیوں اور بہ کثرت غفلت سے پاک ہوں)۔

۳۔سند متصل ہو۔

۴۔ضعف خفیف (مثلاً سند میں خفیف یا خفی انقطاع ہو، یا کوئی راوی مستور ہو) کی صورت میں متعدد طرق سے وارد ہو۔

۵-۶۔شذوذ اور علتِ قادحہ سے خالی ہو۔[ملاحظہ فرمائیں: شرح التبصرۃ والتذکرۃ للعراقی: ۱/۱۷۷، النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر: ۱/۴۹۳]

جب کسی حدیث کے اندر مذکورہ صفات موجود ہوں تو وہ محدثین کے نزدیک قبولیت کے درجہ پر فائز ہوجاتی ہے۔ اور اگر اس میں مذکورہ کوئی شرط مفقود ہو تو وہ درجۂ قبولیت سے نیچے گر جاتی ہے۔ اور اسے ضعیف یا مردود کہا جاتا ہے۔

پتہ چلا کہ کسی بھی حدیث کی قبولیت کے لیے محدثین کے نزدیک پہلی شرط یہ ہے کہ اسے روایت کرنے والے تمام طبقوں کے رواۃ عادل ہوں۔ اس لیے کسی بھی حدیث کی تخریج کرتے وقت جمع طرق کے بعد محدثین سب سے پہلے یہی تحقیق کرتے ہیں کہ اس کے تمام طبقوں کے رواۃ (سوائے صحابہ کرام کے طبقے کے) عادل ہیں یا نہیں۔ صحابہ کرام کے طبقے میں وہ یہ زحمت نہیں اٹھاتے کہ ان کی عدالت کے بارے میں بحث وتحقیق کریں، چنانچہ کہتے ہیں: **الصحابة كلهم عُدُولٌ** (تمام کے تمام صحابہ عادل ہیں)، کیونکہ اللہ رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ نے مطلقا تمام صحابہ کرام کی عدالت کی گواہی دی ہے۔ اب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کسی کی عدالت کی گواہی مل جانے کے بعد کسی امتی کی طرف سے ان کی عدالت کے ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اسی لیے پوری امت میں سے کسی نے بھی صحابہ کرام کی عدالت کے بارے میں کوئی انگلی نہیں اٹھائی ہے سوائے روافض اور قدریہ جیسے چند خبیث باطل فرقوں اور ان کے بعض ناعاقبت اندیش ہمنواؤوں کے۔ انھوں نے اپنے باطل نظریے کی تائید میں کتاب وسنت کی چند دلیلوں کا سہارا بھی لیا ہے اور سلف صالحین کے فہم کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ان کا خود ساختہ مفہوم بھی طے کیا ہے۔ ان شاء اللہ ان کے شبہات کی حقیقت آگے بیان کی جائے گی۔ لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ محدثین کے نزدیک ''عدالت صحابہ'' کا صحیح مفہوم کیا ہے اسے جان لیں۔

محدثین کے نزدیک عدالت ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو تقوی ومروت کی مداومت پر ابھارے۔ اس لیے کسی راوی کی عدالت کی تحقیق کے وقت یہ پانچ چیزیں دیکھی جاتی ہیں: اسلام،

بلوغت، عقل اور فسق وخوارم مروت امور سے اجتناب۔ [دیکھیں: المنہل الروی لابن جماعہ: ص ۶۳]

''فسق وخوارم مروت امور سے اجتناب'' کا یہ معنی نہیں کہ انسان بالکل معصوم ہو، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے اندر امانت ودینداری کا پہلو بہت زیادہ غالب ہو، کیونکہ پوری امت میں کوئی شخص ایسا نہیں جو معصوم ہو، صرف فرشتوں کو اللہ تعالی نے معصوم بنایا ہے، ان کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

''اللہ تعالی نے انھیں یعنی فرشتوں کو جو حکم دیا ہے وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے اسے وہ بجالاتے ہیں''۔ [التحریم: ۶]

اس لیے جب محدثین کرام ''عدالت'' کے شرائط بیان کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں وہ ''فسق وخوارم مروت امور سے پاک ہوں'' تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ان سے کسی گناہ کا ارتکاب ہی نہ ہوا ہو۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ عَمِلَ الْعُلَمَاءُ وَالْحُكَّامُ عَلَى أَنْ لَا يَقْبَلُوا خَبَرًا وَلَا شَهَادَةً إِلَّا مِنْ مُسْلِمٍ بَرِيءٍ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ قَلَّ أَوْ كَثُرَ لَمْ يُمْكِنْ قَبُولُ شَهَادَةِ أَحَدٍ وَلَا خَبَرِهِ

''علما اور حکمراں اگر یہ اصول بنالیں کہ وہ صرف ایسے مسلمان شخص کی خبر اور گواہی قبول کریں گے جو ہر طرح کے گناہوں سے پاک ہو، چاہے وہ گناہ معمولی ہو یا بہت زیادہ، تو کسی بھی شخص کی گواہی یا خبر کا قبول کرنا ممکن نہ ہوگا''۔ [الکفایہ للخطیب البغدادی: ص ۸۰]

صحابہ کرام کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ان سے معصیت کا ارتکاب ممکن ہے، وہ گناہوں سے پاک نہیں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحابہ کرام کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لا يعتقدون أن كل واحد من الصحابة معصوم عن كبائر الإثم وصغائره، بل يجوز عليهم الذنوب في الجملة [العقیدۃ الواسطیہ: ص ۱۲۰] ''اہل سنت والجماعت یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ صحابہ کرام کبیرہ یا صغیرہ گناہوں سے پاک ہیں، بلکہ مجموعی طور پر ان سے گناہوں کا صدور جائز ہے''۔

البتہ گناہوں سے معافی کے جو متعدد ذرائع واسباب شریعت نے مقرر کیے ہیں وہ اسباب بہ درجۂ اتم صحابہ کرام میں موجود ہونے کی وجہ سے وہ مغفور ہیں، جہاں کہیں بھی ان کی کسی معصیت کا ذکر ملتا ہے وہیں پر اللہ تعالی کی طرف سے ان کی مغفرت اور عفو ودرگزر کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

مثلاً: غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَعَلَى ٱلثَّلَٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُواْ حَتَّىٰٓ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوٓاْ أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ ٱللَّهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [التوبۃ: ۱۱۸]

غزوۂ احد میں دوبارہ حملہ ہوا تو بہت سارے صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ فرار اختیار کر لیے، اللہ تعالی نے اس پر ان کی سرزنش کی لیکن ان کی معافی کا بھی اعلان کر دیا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَلَّوْاْ مِنكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ إِنَّمَا ٱسْتَزَلَّهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُواْ وَلَقَدْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ [آل عمران: ۱۵۵]

غزوۂ حنین میں بھی جب اسی طرح میدان جنگ سے فرار کا

حادثہ ہوا تو اس پر بھی اللہ تعالی نے ان کی سرزنش کی، لیکن ان کی مغفرت کا بھی اعلان کر دیا:

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝٢٥ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝٢٦ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبۃ:۲۵-۲۷]

بلکہ اللہ تعالی نے تو ان سے اپنی رضامندی کا عمومی اعلان کر دیا ہے۔ مثلاً: اس کا ارشاد ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبۃ:۱۰۰]

اب اس اعلان کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان سے صادر بعض معصیتوں کی بنا پر وہ ان کا محاسبہ کرے اور ان کی عدالت کے بارے میں کلام کرے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالی کے فیصلے پر کلام کرنا ہے۔

دوسری بات: جس طرح دوسرے عادل وثقہ رواتِ حدیث کو مجرد کسی معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے ساقط العدالہ نہیں قرار دیا جاتا اسی طرح صحابہ کرام کا بھی معاملہ ہے، بلکہ یہ بے شمار اسباب کی بنا پر دوسروں سے کہیں زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے حسن ظن رکھا جائے اور انھیں مطلقاً عدالت کے مرتبے پر فائز ہونے کا عظیم مقام ومرتبہ عطا کیا جائے۔

اس لیے جو حضرات کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کرتے ہیں وہ دراصل محدثین کے منہج سے واقف ہی نہیں۔ ''عدالت'' کا قطعاً یہ مفہوم نہیں جو انھوں نے اپنے ذہنوں میں بیٹھایا ہوا ہے۔ اگر ان کے خود ساختہ اصولوں پر ''عدالت'' کا مفہوم طے ہونے لگے تو امت میں کوئی عادل نہیں بچے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لو كان العدل من لا ذنب له لم نجد عدلًا، ولو كان كل مذنب عدلًا لم نجد مجروحًا، ولكن العدل من اجتنب الكبائر؛ وكانت محاسنه أكثر من مساويه [دیکھیں: الروض الباسم فی الذب عن سنۃ أبي القاسم ﷺ لابن الوزیر الیمانی: ۱/۵۵] اگر عادل وہ ہو جو گناہوں سے پاک ہو تو ہمیں کوئی شخص عادل ہی نہیں ملے گا، اور اگر ہر گنہگار عادل ہو تو ہمیں کوئی مجروح بھی نہیں ملے گا، حقیقت میں عادل وہ ہے جو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے اور اس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں۔

اور امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليس من شريف ولا عالم ولا ذي سلطان إلا وفيه عيب لا بد، ولكن من الناس من لا تذكر عيوبه؛ من كان فضله أكثر من نقصه [دیکھیں: الکفایہ للخطیب البغدادی: ص۷۹] کوئی بھی ایسا شریف، عالم یا صاحب سلطنت نہیں جن کے اندر کوئی عیب نہ ہو، عیب کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن جن کے فضائل کوتاہیوں سے زیادہ ہوتے ہیں ان کے عیوب کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَكَادُ يَسْلَمُ الْمُكَلَّفُ مِنَ الْبَشَرِ مِنْ كُلِّ

ذَنْبٍ [دیکھیں: الکفایہ للخطیب البغدادی: ص ۸۰] کوئی مکلف شخص ہر طرح کے گناہوں سے شاید ہی بچ سکتا ہو۔

چنانچہ آپ رحمہ اللہ ''محدثین کے نزدیک عدالت کا مفہوم'' سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّ الْعَدْلَ هُوَ مَنْ عُرِفَ بِأَدَاءِ فَرَائِضِهِ وَلُزُومِ مَا أُمِرَ بِهِ, وَتَوَقِّي مَا نُهِيَ عَنْهُ, وَتَجَنُّبِ الْفَوَاحِشِ الْمُسْقِطَةِ, وَتَحَرِّي الْحَقِّ وَالْوَاجِبِ فِي أَفْعَالِهِ وَمُعَامَلَتِهِ, وَالتَّوَقِّي فِي لَفْظِهِ مَا يَثْلِمُ الدِّينَ وَالْمُرُوءَةَ, فَمَنْ كَانَتْ هَذِهِ حَالَهُ فَهُوَ الْمَوْصُوفُ بِأَنَّهُ عَدْلٌ [الکفایہ للخطیب البغدادی: ص ۸۰] عادل وہ ہے جو فرائض کی ادائیگی، اوامر کے التزام، منہی عنہ امور سے دوری، فواحش سے اجتناب، اپنے افعال ومعاملات میں واجبات وحقوق کی تلاش وجستجو کے بارے میں معروف ہو، نیز کوئی بھی ایسا لفظ اپنی زبان سے ادا نہ کرتا ہو جو دین ومروت کو داغدار کردے، جس کی یہ حالت ہو اسے عادل کہا جائے گا۔

یہ ہے محدثین کے نزدیک عدالت کا صحیح معنیٰ ومفہوم۔

جہاں تک صحابی کی بات ہے تو علما نے اس کی تعریف میں کہا ہے:

''جو رسول اللہ ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملے ہوں اور ایمان پر ہی ان کی وفات ہوئی ہو، چاہے درمیان میں مرتد بھی ہو جائیں اور وفات سے پہلے پھر اسلام قبول کرلیں تو وہ صحابی ہیں''۔ [نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر: ص ۱۴۰]

اس تعریف سے ہر وہ شخص صحابی کے زمرے سے خارج ہے جو ایمان کی حالت میں نہیں بلکہ کفر یا نفاق کی حالت میں اللہ کے رسول سے ملا تھا، یا نبی ﷺ سے ایمان کی حالت میں ہی ملا تھا، لیکن اپنی وفات سے قبل مرتد ہوگیا تھا اور حالت کفر میں ہی -نعوذ باللہ- اس کی وفات ہوئی۔

اس لیے منافقین یا مرتدین کو سامنے رکھ کر عدالت صحابہ پر کلام کرنا بھی منہج محدثین سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

افسوس کہ بہت سارے حضرات جو عدالت صحابہ پر کلام کرتے ہیں وہ ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جو اسی قبیل سے ہوتی ہیں، یعنی ایسے منافقین جو نبی ﷺ کے ساتھ تھے، جن کے نفاق پر دلائل موجود ہیں، یا جو مرتد ہو گئے تھے، ان کے جرائم پیش کرکے صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کرنے کا جواز فراہم کیا جاتا ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ یہ جب صحابی کی تعریف میں فٹ ہی نہیں بیٹھتے تو ان کے جرائم کو دلیل بنا کر صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جو بھی شخص محدثین کرام کے منہج سے واقف ہوگا وہ کبھی بھی صحابہ کرام کی عدالت کے متعلق چہ می گوئی کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

دراصل صحابہ کرام کی عدالت کے بارے میں کلام کرنا اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر انگلی اٹھانا ہے، کیونکہ خود اللہ اور اس کے رسول نے صحابہ کرام کی عدالت کی گواہی دی ہے۔ ذیل میں چند آیتیں اور احادیث پیش کیے جارہے ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے صحابہ کرام کی عدالت کی گواہی دی گئی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرۃ: ۱۴۳]

''ہم نے اسی طرح تمھیں عادل امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوجائیں''۔

وجہ استدلال: اس آیت کے اول مخاطبین صحابہ کرام ہیں، جن کی عدالت کی اللہ نے اس آیت میں خوشخبری سنائی ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا اللفظ وإن كان عاما فالمراد به الخاص، وقيل:وهو وارد في الصحابة دون غيرهم [الکفایہ للخطیب البغدادی:ص۴۶] یہ لفظ اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے، اور کہا گیا کہ یہ لفظ صرف صحابہ کے بارے وارد ہوا ہے، دوسروں کے بارے میں نہیں۔

(۲) اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ﴾ [آل عمران:۱۱۰]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

وجہ استدلال: اس آیت کے اول مخاطبین صحابہ کرام ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالی نے ''خیرامت'' ہونے کی گواہی دی ہے، جس وقت یہ آیت نازل ہوئی وہی اس کے مخاطب تھے، اور یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالی انھیں ''خیرامت'' کی صفت سے متصف کریں اور وہ عادل نہ ہوں۔ [دیکھیں: الموافقات للشاطبی: ۴/۴۰-۴۱]

(۳) اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾ [التوبۃ:۱۰۰]

وجہ استدلال: اس آیت میں اللہ تعالی نے صحابہ کرام کو مطلقاً اپنی رضامندی اور جنت کی عظیم خوشخبری سنائی ہے، اور یہ محال ہے جن کو یہ شرف وسعادت ملے وہ عادل ہی نہ ہوں۔

قرآن کریم کی طرح احادیث رسول میں بھی ان کی عدالت کی گواہی دی گئی ہے۔ ذیل میں بعض احادیث پیش خدمت ہیں:

۱- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دینے کے بعد صحابہ کرام کے جم غفیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

ألا ليبلغ الشاهد منكم الغائب [متفق علیہ: صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۰۵، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۶۷۹] تم میں سے جو یہاں حاضر ہیں وہ غائب رہنے والوں تک یہ باتیں پہنچا دیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو یہ ذمہ داری دی، ان میں سے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ یہ ان کی مطلق عدالت کی بہت بڑی دلیل ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ دین کی ذمہ داری ایسے لوگوں کو دی جو عادل ہی نہ تھے۔

۲- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبًا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه [متفق علیہ، صحیح بخاری: حدیث نمبر ۳۶۷۳، صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۵۴۰]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ پر سب وشتم سے مطلقاً منع فرمایا، اور ان کے حق میں اس سے بڑا سب وشتم اور کیا ہوگا کہ انھیں غیر عادل کہا جائے۔

اس لیے جو لوگ صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کر رہے ہیں وہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

اسی لیے اللہ کے فضل وکرم سے امت میں سے کسی نے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کی سوائے چند باطل فرقوں اور ان کے ہمنواؤں کے۔ چنانچہ بے شمار علما نے اس پر امت کا اجماع

نقل کیا ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔

(۱) خطیب بغدادی رحمہ اللہ عدالت صحابہ پر کتاب وسنت کے دلائل پیش کرنے اور ان دلائل سے تمام صحابہ کرام کی عدالت ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''یہ تمام علما اور معتبر فقہا کا مذہب ہے''۔[الکفایہ: ص ۶۷]

(۲) حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

للصحابة بأسرهم خصيصة، وهي أنه لا يسأل عن عدالة أحد منهم، بل ذلك أمر مفروغ منه لكونهم على الإطلاق معدلين بنصوص الكتاب، والسنة، وإجماع من يعتد به في الإجماع من الأمة[مقدمہ ابن الصلاح: ص ۱۷۶]

(۳) علامہ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إن جميع الأمة مجمعة على تعديل من لم يلابس الفتن منهم وأما من لابس الفتن منهم وذلك حين مقتل عثمان رضي الله عنه فأجمع من يعتد به أيضًا في الإجماع على تعديلهم إحسانًا للظن بهم، وحملًا لهم في ذلك على الاجتهاد[التبصرۃ والتذکرۃ: ۳/ ۱۳-۱۴]

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اتفق أهل السنة على أن الجميع عدول و لم يخالف ذلك إلا شذوذ من المبتدعة[الاصابۃ فی تمییز الصحابہ: ۱/ ۱۷]

عقل بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ ان کی عدالت کے بارے میں کسی بحث وتفتیش کے بغیر ان کی احادیث قبول کی جائیں کیونکہ اگر عدالت کی وجہ سے ان کی احادیث رد کی جانے لگیں تو الزامی طور پر یہ اللہ اور اس کے رسول پر طعن ہوگا کہ اللہ تعالی نے نقل شریعت کے لیے ان کا انتخاب کیا جو اس لائق نہ تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کے باوجود ان میں وہ ملکہ پیدا نہ ہوسکا کہ ان کی نقل کردہ باتوں پر اعتماد کیا جاسکے، تو یہ بالواسطہ اللہ تعالی کے انتخاب اور اس کے رسول کی تربیت پر طعن وتشنیع کرنا اور انگلی اٹھانا ہے۔

نیز اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ شریعت صرف عہد صحابہ تک ہی سمٹ کر رہ جائے اور آنے والی نسلوں تک منتقل نہ ہو، کیونکہ جب آپ نے صحابہ کرام کی عدالت کو ہی مجروح کردیا تو شریعت کن سے قبول کی جائے گی؟ [تفصیل کے لیے دیکھیں: البرہان فی اصول الفقہ: ۱/ ۲۴۲، ارشاد الفحول: ۱/ ۲۷۵]

رہی بات حفظ وضبط کی تو دوسرے ثقہ وعادل رواۃ کی طرح صحابہ کرام سے بھی سہو وخطا کا امکان ہے، لیکن جس طرح ہم صرف اس امکان کی وجہ سے دوسرے عادل رواۃ کی احادیث رد نہیں کردیتے، یا کبھی ان سے کسی حدیث کی روایت میں کوئی چوک ہو جائے تو انھیں عدالت کے درجے سے ساقط نہیں کر دیتے، اسی طرح صحابہ کرام کا معاملہ ہے۔ صرف امکان کی وجہ سے ان کی کسی حدیث کو رد کرنا سراسر ظلم ہے۔ ہاں اگر دلائل سے کسی خاص روایت میں ان سے ہوئی چوک کی نشاندہی ہو جائے تو جس طرح دوسرے ثقہ وعادل رواۃ سے ان کی غلطی قبول نہیں کی جاتی صحابہ کرام سے بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن اس کا فیصلہ دلائل کی بنیاد پر ہوگا کہ واقعی ان سے چوک ہوئی ہے یا نہیں، ہوا پرستی کی بنیاد پر ان کی بیان کردہ کسی حدیث کو صرف اس امکان اور احتمال کی وجہ سے رد کرنا جائز نہیں۔ اگر دلائل کی بنیاد پر کسی حدیث کی روایت میں ان کا سہو ثابت ہوگیا تو صرف

وہ حصہ غیر قابل قبول ہوگا جس میں ان سے سہو ہوا ہے، لیکن اسے بنیاد بنا کر ان کی عدالت کے بارے میں کلام کرنا غلط ہی نہیں سراسر ظلم ہے۔

مثلا: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب شادی کی تھی تو آپ حالت احرام میں تھے۔[صحیح مسلم: حدیث نمبر ۱۴۱۰]

یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم کے اندر مروی ہے۔ لیکن محدثین نے متعدد دلائل کی بنا پر بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسے بیان کرنے میں سہو ہوا ہے۔[دیکھیں: التمہید لابن عبدالبر: ۳/۱۵۸، إعلام العالم بعد رسوخہ بناسخ الحدیث ومنسوخہ لابن الجوزی: ص۳۴۷، زاد المعاد لابن القیم: ۳/۳۲۹]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب شادی کی تھی اس وقت آپ احرام کا لباس اتار چکے تھے اور حلال ہو چکے تھے۔ خود میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی شادی ہوئی دونوں حلال ہو چکے تھے۔[صحیح مسلم: حدیث نمبر ۱۴۱۱]

تو عدالت صحابہ کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ کسی صحابی سے حفظ وضبط کے باب میں کوئی سہو یا وہم نہیں ہوسکتا، محدثین میں سے کسی نے یہ دعوی نہیں کیا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأما الغلط فلا يسلم منه أكثر الناس، بل في الصحابة من قد يغلط أحيانًا[قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ لابن تیمیہ: ص۱۶۱] اکثر لوگ غلطی سے پاک نہیں، بلکہ صحابہ کرام میں سے بھی بعض کبھی کبھار غلطی کرتے ہیں۔

مستشرقین نے اس طرح کے بعض دلائل کو پیش کر کے امت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ صحابہ کرام کی مطلقاً عدالت کا دعوی کرنا درست نہیں، ان سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں اس لیے ان کی عدالت کے بارے میں بھی ہمیں بحث وتحقیق کی ضرورت ہے۔

تو یہ محض ایک تلبیس ہے اور محدثین کے منہج سے عدم واقفیت کی دلیل۔ اس طرح کے شبہات سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اور محدثین کے نزدیک عدالت صحابہ کا صحیح مفہوم کیا ہے اسے جاننے کی ضرورت ہے۔

جب دوسرے رواۃ حدیث سے کبھی کبھار روایت حدیث میں چوک ہو جانے کی وجہ سے ان کی عدالت مجروح نہیں ہوتی اور ایک آدھ غلطیوں کے باوجود وہ بالاتفاق عادل وثقہ ہی شمار کیے جاتے ہیں تو کیا یہ انصاف کا تقاضا ہے کہ اس طرح کی ایک آدھ غلطیوں کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام کی عدالت کو مجروح کیا جائے اور انھیں ساقط العدالہ سمجھا جائے؟

صحابہ کرام سے جن بعض احادیث کی روایت میں سہو ہوا ہے ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ انھیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے کسی بھی صحابی سے اتنے اوہام سرزد نہیں ہوئے جنھیں بنیاد بنا کر اس صحابی کی عدالت پر کلام کرنا جائز بلکہ قرین انصاف ہو۔ یہاں محدثین کرام کا عدل وانصاف دیکھیں کہ وہ صحابہ کرام سے بے انتہا عقیدت رکھنے کے باوجود تحفظ شریعت کو مقدم رکھتے ہیں اور خود ان اوہام کی نشاندہی کرتے ہیں جو ان سے سرزد ہوئیں، تاکہ انھیں شریعت کا درجہ نہ دیا جائے۔ کیا محدثین کے علاوہ اس طرح کے انصاف کا تصور کسی بھی جماعت میں ممکن ہے؟

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں سلف صالحین کے منہج پر قائم ودائم رکھے اور نبیین صدیقین شہدا وصالحین کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔

فرقِ باطلہ

روافض کی مختصر تاریخ

● شیخ نثار احمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

انسانی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ آستین کے سانپ سدا اہل زمین کے لئے زحمتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئے ہیں چنانچہ یہ منافقین در پردہ اپنی شر انگیزیوں، عیاریوں، سازشوں اور دوغلے پن کے سبب انسانیت کے لیے باعث ننگ و عار ثابت ہوئے ہیں بالخصوص جب ایسی قوم جس نے اعداء اسلام سے در پردہ دوستی کر کے اہل اسلام کو گزند پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے ذیل میں ہم اس خبیث رافضی جماعت کی مختصر تاریخ حوالہ قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سن 14 ہجری کے اندر مسلمانوں نے قادسیہ کو فتح کیا جو درحقیقت روافض کے فارسی اجداد مجوسیوں پر شدید حملہ اور مسلمانوں کی ایک عظیم فتحیابی تھی جس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے غصے کی آگ بھڑکانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی تمام تر فتح یابیوں، خوبیوں اور علی رضی اللہ عنہ کے خانوادے سے قربت اوران کے داماد ہونے کے باوجود بھی وہ سدا روافض کی آنکھوں میں کھٹکتے رہے اور لعن طعن کے شکار ہوئے۔

سن 16 ہجری میں فاروق اعظم ہی کے عہد سعید میں فارس کی دار الحکومت مدائن فتح ہوئی جس سے فارسی حکومت کا قلع قمع ہو گیا اور پیہم روافض کے قلوب و وجدان میں اس حادثہ کی گونج حسرت وندامت کی صدا بن کر رہ گئی۔

اور سن 23 ہجری میں فیروز ابولؤلؤ مجوسی اٹھتا ہے جسے روافض بابا علاء الدین سے موسوم کرتے ہیں اور وہ اسلام کے خلاف جنگ میں شیعوں کی بہت بڑی علامت قرار پاتا ہے جس نے عین صلاۃ فجر کے دوران خلیفہ راشد سیدنا عمر بن الخطاب - رضی اللہ عنہ - کو خنجر سے مارا جس کی وجہ سے آپ جام شہادت نوش فرماتے ہیں۔

سن 34 ہجری میں عبد اللہ ابن سبا نامی ایک یہودی کا ظہور ہوتا ہے جس کا تعلق یمن کے شہر صنعاء سے تھا جو ابن السوداء سے ملقب تھا اس نے تو بظاہر اسلام کا دعویٰ کیا لیکن حقیقت میں وہ کافر تھا اپنی مقبولیت بڑھانے اور لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے نیز لوگوں کو اپنے سے قریب کرنے کے مقصد سے جھوٹ میں حب اہل بیت کا لبادہ اوڑھا اور مختلف گروہوں کو خلیفہ راشد سیدنا عثمان بن عفان - رضی اللہ عنہ - کے خلاف اکٹھا کیا بالآخر بلوائیوں نے اسی ابن السوداء کی فتنہ سامانیوں کے سبب سن 35 ھ میں آپ کو شہید کر دیا۔ جس کے فاسد اعتقادات یہودی، عیسائی اور مجوسی اصولوں کا مجموعہ تھے مثلاً: (سیدنا علی - رضی اللہ عنہ - کے سلسلہ میں الوہیت کا عقیدہ، وصیت، رجعت، ولایت، امامت، بداء، تقیہ وغیرہ کا عقیدہ)

سن 36 ہجری میں جنگ جمل پیش آنے سے پہلے والی شب

میں دونوں فریق (سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما) مصالحت پر راضی ہو گئے تھے اور بخیر و عافیت سبھوں نے رات گزاری جبکہ ابن سبا اور اس کے بلوائی ساتھیوں نے بہت ہی بدترین انداز میں رات گزاری اور فریقین کو جنگ کے لیے برانگیختہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا بلآخر اپنی چالبازیوں کے سبب دونوں صلح پسند گروہوں کے مابین فتنہ کی آگ بھڑکانے اور صلح کو جنگ میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہوئے اور جنگ جمل پیش آ ہی گئی جس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ قلق رہا جب یاد کرتیں تو اشکوں سے ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا اور سیدنا علی -رضی اللہ عنہ- کے عہد میں ایک دفعہ سبائی ٹولہ یعنی عبداللہ بن سبا کے گروہ کی آمد سیدنا علی -رضی اللہ عنہ- کے پاس ہوئی اور ان لوگوں نے کہا: آپ تو آپ ہیں!! تو آپ نے فرمایا: میں کون ہوں، کیا مطلب؟ ان لوگوں نے کہا: خالق باری، آپ نے ان سے توبہ کی درخواست کی لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے، تو آپ نے بڑے پیمانے پر آگ روشن کی اور انہیں جلا کر خاکستر کر دیا۔

سن 41 ہجری روافض کے لیے انتہائی منحوس کن اور غیض وغضب کا موجب رہا ہے جسے عام الجماعۃ یعنی وحدت و یکجہتی کا سال کہا جاتا ہے چونکہ مسلمان امیر المومنین کاتب وحی سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت پر متفق ہو گئے کیونکہ سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب -رضی اللہ عنہ- نے آپ کی خلافت کے لئے تنازل اختیار کر لیا تھا اور اس کی وجہ سے روافض کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں۔

سن 61 ہجری میں نواسہ رسول سیدنا حسین بن علی -رضی اللہ عنہ- کی دس محرم عاشوراء کے جانکاہ شہادت کا حادثہ پیش آیا چنانچہ ان سے حد درجہ عقیدت و محبت کے دعوے دار کوفیوں نے آپ کو بیعت کی خاطر کوفہ بلا کر آپ سے بدعہدی کی اور آپ کو تنہا چھوڑ کر شہید ہونے پر مجبور کر دیا۔

سن 260 ہجری میں حسن عسکری (شیعوں کے گیارہویں امام) کی وفات ہوئی اور اس کے بعد اثناعشری شیعہ روافض کا ظہور ہوا جن کا اعتقاد ہے کہ ان کے امام منتظر محمد بن حسن عسکری سامراء کے سرداب میں روپوش ہو گئے ہیں اور عنقریب ان کا ظہور ہوگا۔

سن 277 ہجری میں حمدان بن اشعث الملقب ب (قرمط) کے ہاتھوں کوفہ میں قرامطہ روافض کا ظہور ہوا. اور سن 278 ہجری میں احساء اور بحرین میں ابوسعید جنابی رافضی کے ہاتھوں قرامطہ کی داغ بیل پڑی۔

سن 280 ہجری میں یمن کے شہر صعدہ اور صنعاء میں حسین بن قاسم الرسی کے ہاتھوں زیدی رافضی حکومت قائم ہوئی۔

اسی طرح 297 ہجری کے اندر مصر اور مغرب میں عبید اللہ بن محمد مہدی کے ہاتھوں عبیدی رافضیوں کی سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔

یوم الترویہ 8/ذی الحجہ سن 317 ہجری کو ابو طاہر رافضی قرمطی مکہ پہنچتا ہے اور مسجد حرام میں حجاج کرام کا قتل عام کرتا ہے نیز حجر اسود کو اس کی جگہ سے اکھیڑ کر چلتا بنتا ہے جو اس کی تحویل میں احساء کے اندر 335 ہجری تک باقی رہا اور احساء میں ان کی حکومت 466 ہجری تک قائم رہی۔ اسی درمیان موصل اور حلب میں روافض کی حمدانی حکومت کی سنگ بنیاد پڑی جو سن 394 ہجری میں زوال پذیر ہو گئی۔

روافض-اللہ انہیں ذلیل وخوار کرے-نے سن 329ہجری کوغیبت کبریٰ کا سال قرار دیا چنانچہ انہوں نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ امام مہدی منتظر کے دستخط سے انہیں ایک مکتوب موصول ہوا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: (میری مکمل طور پر روپوشی ہوچکی ہے اب اللہ کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں ہے اگر کوئی میری رویت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا اور دغاباز ہے)۔

یہ سب محض اس لئے کیا گیا تاکہ وہ اپنے معصوم ومعدوم امام غائب کے ظہور کی تاخیر کی بابت کاہنوں سے بکثرت سوال کرنے سے گلوخلاصی حاصل کرسکیں۔

سن 320 سے 334ہجری تک روافض کی دیلم میں بویہ بن شجاع کے ہاتھوں بویہ حکومت کی بنیاد پڑی، جنھوں نے عراق کے شہر بغداد میں فتنہ وفساد مچایا جن کے عہد میں ان کے سفہاء نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پرسب وشتم کی جرأت کی۔

سن 339ہجری کومصر کے عبیدی حاکم کی سفارش پر حجراسود کو احساء سے واپس کیا گیا۔

سن 352 ہجری میں پہلی دفعہ بویہیوں نے دس محرم کو بازاروں کو بند کرنے کا حکم صادر کیا، لوگوں نے خرید وفروخت بند کردیا، ماتمی لباس لٹکائے، خواتین اپنے سروں کو کھول کر نمودار ہوئیں اور اپنے گال پیٹ رہی تھیں اور اسلامی تاریخ میں پہلی دفعہ بغداد میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ خوانی کی ابتداء ہوئی۔

سن 358ہجری میں عبیدیوں کومصر میں غلبہ حاصل ہوا اور سن 568 ھ میں اس حکومت کے خاتمے ہی سے باطنی دروز فرقہ کا ظہور ہوا۔

سن 408 ہجری میں عبیدی رافضی حکمراں حاکم بأمر اللہ جھوٹ میں اپنے سلسلہ میں الوہیت کا دعویٰ کیا اور یہی حال بہت سارے ائمہ روافض کا رہا ہے مزید وہ تناسخ ارواح کا داعی ومناد بھی تھا اس خبیث کی ناقابل شمار خباثتوں میں سے ایک انتہائی اوچھی حرکت یہ بھی تھی کہ اس نے دو دفعہ قبرنبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھودنے کی مذموم کوشش بھی کی پہلی دفعہ: جس دن کہ بعض زنادقہ نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ سے مصر منتقل کرنے کا مشورہ دیا تو مصر میں ایک خطیر رقم خرچ کرکے ایک جگہ بنائی اور ابوالفتوح کو قبر نبوی کو نبش کرنے کے لیے روانہ کیا لیکن لوگ اس پر چہار جانب سے پل پڑے اور اسے اسقدر رنج والم لاحق ہوا کہ وہ اپنی خسیس حرکت کوسرانجام دینے سے باز آکر الٹے پاؤں واپس ہوگیا۔ ولله الحمد والمنة۔

دوسری دفعہ:

اس نے قبر کھودنے کے لیے ایک قاصد کو مدینہ روانہ کیا جس نے مسجد کے جوار میں آکر سکونت اختیار کی اور زیر زمین کھدائی کرکے قبرشریف تک رسائی حاصل کرنے کی سعی نامسعود کررہا تھا بالآخر یہ راز فاش ہوگیا اور وہ قتل کردیا گیا۔

سن 483 ہجری میں حشاشین کا ظہور ہوا جو عبیدیوں کو روافض میں شمار کرتے تھے (حالانکہ وہ اصلا یہودی تھے) اس فرقہ کا قیام حسن الصباح الفارسی کے ہاتھوں ہوا، اور سن 473 ہجری میں اس نے اپنی دعوت کا آغاز فارس میں کیا۔

سن 500ہجری اور اس کے بعد عبیدی روافض نے مصر کے اندر (تاج الحسین) کے نام سے بہت بڑا امام باڑہ بنایا اور یہ گمان پیش کیا کہ وہاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر ہے اور آج تک مسلسل بہت سارے روافض اس کا قصد کرتے اور وہاں اس

سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔

سن 656ہجری میں نصیر الدین طوسی اور ابن العلقمی رافضی کی قیادت میں روافض کی جانب سے انتہائی خطرناک خیانت ہوئی چنانچہ یہ دونوں تا تاریوں سے مل کر اسلامی ملک میں انہیں داخل کرنے کے لیے راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس بدعہدی وخیانت کے نتیجہ میں بیس لاکھ سے زائد مسلمان جاں بحق ہوئے اسی طرح بہت سے جھوٹے ہاشمی گھرانے میں ہونے کے رافضی دعویدار بھی ہلاک ہوئے اور یہیں سے نصیری فرقہ کا ظہور ہوتا ہے جس کا بانی ولیڈ رمحمد بن نصیر رافضی امامی تھا۔

سن 907ہجری میں شاہ اسماعیل بن حیدر صفوی رافضی کے ہاتھوں ایران میں صفوی رافضی حکومت کی داغ بیل پڑی اور اس نے انتہائی بے دردی کے ساتھ دس لاکھ معصوموں کو محض اس لیے کہ وہ رافضی مذہب اختیار نہیں کئیے ہوئے تھے قتل کر دیا اور جب وہ بغداد آیا تو اس نے خلفائے راشدین پر سب وشتم کا اعلان جاری کیا اور جو وہاں رافضی نہیں تھے انہیں قتل کروایا نیز اہل سنت کی بہت سارے فوت شدہ ہستیوں کی قبروں کو کھودا جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قبر کے ساتھ کیا۔اور رافضی صفوی دور حکومت کا ایک نمایاں گھناؤنا کارنامہ یہ بھی ہے کہ عظیم صفوی حکمراں شاہ عباس نے حج کی خاطر ایک مشہد بنایا تاکہ لوگوں کو مکہ مکرمہ جاکر حج بیت اللہ سے روکا جاسکے اور اسی درمیان صدر الدین شیرازی رافضی نے بابیت وبہائیت کے عقیدہ کی دعوت شروع کی اور مرزا علی محمد شیرازی رافضی نے یہ دعویٰ پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر حلول کیا ہے پھر اس کے انتقال کے بعد اس کا شاگرد بہاء اللہ اس کا جانشین بنا۔

سن 1218ہجری میں یہ خبیث رافضی عراق سے آیا اور درعیہ آکر زھد و ورع کا اظہار کیا اور ایک دفعہ درعیہ کی مسجد طریف میں امام عبدالعزیز بن محمد بن سعود-رحمہ اللہ-کے پیچھے نماز ادا کی اور ایک خنجر جو اپنے ساتھ پہلے سے چھپا کر لایا ہوا تھا اس سے دوران صلاۃ سجدہ کی حالت میں آپ کو قتل کر دیا۔

سن 1289ہجری میں ایران میں ایک کتاب بنام (فصل الخطاب في إثبات تحريف كتاب رب الأرباب) نجف کے ایک رافضی عالم مرزا حسین بن محمد نوری طبرسی کی شائع ہوئی جس کے اندر اس رافضی نے چند ایسے رافضی دلائل پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کے زعم کے مطابق قرآن میں کمی وزیادتی ہوئی ہے۔

سن 1389ہجری میں خبیث رافضی کی زہریلی کتاب (ولاية الفقيه الحكومة الاسلامية) شائع ہوئی جس کے اندر اس نے بہت سارے شرکیہ وکفریہ امور کی بھرمار کر دی مثلاً وہ کہتا:

”وإن من ضروريات مذهبنا أن لأئمتنا مقاماً لا يبلغه ملك مقرب، ولا نبي مرسل“(ص35)

”ہمارے مذہب کی بنیادی لوازمات میں سے ہے کہ ہمارے ائمہ کا مقام اس قدر بلند ہے جہاں تک کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی رسائی نہیں ہوسکتی ہے“۔

سن 1399ہجری میں اسی ملعون خمینی کے ہاتھوں ایران میں پہلوی شاہ کی حکومت ختم کر کے ایک رافضی جمہوریت کا قیام عمل میں آیا اور اس نومولود حکومت کے نمایاں ترین مظاہرات وفسادات میں سے اسلامی انقلاب کے نام پر روے زمین کے سب سے اشرف ترین اور نہایت پاکیزہ جگہ نیز انتہائی افضل ایام موسم حج

میں فتنہ وفساد برپا کیا گیا۔

سن 1400 ہجری میں پندرہ شعبان کو مہدی موہوم کی عید میلاد کے موقع پر ملعون خمینی نے خطاب کیا جس میں اس نے کہا:

"الأنبياء جميعاً جاؤوا من أجل إرساء قواعد العدالة في العالم لكنهم لم ينجحوا... وحتى النبي - عليه الصلاة والسلام - خاتم الأنبياء الذي جاء لإصلاح البشرية وتنفيذ العدالة لم ينجح في ذلك في عهده... وأن الشخص الذي سينجح في ذلك ويرسي قواعد العدالة في أنحاء العالم ويقوم الإنحرافات هو الإمام المهدي المنتظر..."

''تمام انبیاء دنیا میں عدل وانصاف کی جڑوں کو مضبوط کرنے آئے تھے البتہ سب ناکام رہے حتی کہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ جن کی آمد انسانیت کی اصلاح اور عدل وانصاف کو قائم کرنے کے لیے ہوئی تھی لیکن وہ بھی اپنے عہد میں کامیاب نہ ہوسکے البتہ جو شخص اس سلسلہ میں کامیاب ہوسکے گا اور تمام اکناف عالم میں عدالت کی جڑوں کو مضبوط اور انحرافات کو درست کرے گا وہ امام مہدی منتظر ہیں''۔

اس طرح اس ملعون خمینی کے یہاں تمام انبیاء بشمول محمد ﷺ ناکام ہوگئے جبکہ اس کا کفریہ انقلاب انتہائی کامیاب اور مبنی برانصاف شمار کیا جاتا ہے۔

سن 1407 ہجری بروز جمعہ خمینی کے عہد میں حج کے موسم میں ایران حکومت کے کارندوں نے مکہ مکرمہ کے اندر حرم شریف میں مظاہرے کئے اور ریلیاں نکالیں نیز حرم مکی کے اندر اپنے اجداد قرامطہ کے نقش قدم پر چل کر خوب فساد مچایا تقریباً 402 حاجیوں، سیکورٹی عملہ کو قتل کیا دکانوں کے دروازے توڑے، گاڑیوں کو چکنا چور کیا اور حرم کے اندر آتش زنی کر کے بہت سارے املاک تباہ وبرباد کئے۔

چنانچہ ملعون خمینی رافضی کی شر انگیزیاں اور اس کے مذموم عزائم جگ ظاہر ہوگئے تو سن 1408 ہجری میں رابطہ عالم اسلامی کے قیام کے تیسرے سال مکہ مکرمہ میں منعقد اسلامی کانفرنس کے اندر خمینی کے کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا۔

اور سن 1409 ہجری میں شر پسند روافض کی ایک جماعت نے مکہ مکرمہ میں حج کے درمیان خطرناک قسم کے بم دھماکہ کی کوشش کی جس سے ایک پاکستانی کی ہلاکت ہوگئی اور 16 لوگ زخمی نیز بہت زیادہ مالی نقصانات اور املاک تباہ ہوئے یہ حادثہ 7/ذی الحجہ کی شام میں پیش آیا البتہ سارے لوگوں کی گرفتاری عمل میں آئی اور اس جرم میں شریک 16 لوگوں کو 1410 ہجری میں قتل کیا گیا وللہ الحمد والمنۃ۔

سن 1410 ہجری میں ملعون خبیث ولایت فقیہ کا موجد خمینی رافضی، علیہ من اللہ ما یستحق جب وفات پاتا ہے تو اس کی قبر پر روافض مزار تعمیر کرتے ہیں اور کعبہ مشرفہ کی شکل دیتے ہیں اور اس کے بعد سے اس کی پلاننگ اور ریشہ دوانیوں کے سبب شام، عراق، لبنان فلسطین، یمن، مصر وغیرہ بلکہ جہاں جہاں اہل سنت اقلیت یا اکثریت میں ہیں وہاں پر اس کے ملیشیائی گروہ معصوم سنیوں کو خاک وخون میں تڑپا رہے ہیں اور تشیع افکار کی نشر واشاعت میں مشغول ہیں۔

ردبدعات

ماہِ محرم اور رافضی بدعات

● شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

نوحہ وماتم کی بدعت:

نبی کریم ﷺ کی وفات کے نصف صدی بعد ۱۰ر محرم ۶۱ ھ بروز جمعہ نواسۂ رسول حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔[البدایۃ والنہایۃ:۸ر۲۱۶]

شیعہ اور روافض نے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو اس قدر بڑھاوادیا کہ اسے اپنا مکمل دین وعقیدہ بنالیا، چنانچہ ہر سال محرم کے مہینہ کا آغاز ہونے سے پہلے ہی غم و ماتم، سوگ، سیاہ کپڑوں، ماتمی جلوسوں، عزائی مجلسوں، کربلائی تقریروں، گھوڑوں، جھنڈوں، تعزیوں، حسین زندہ باد، یزید مردہ باد کے نعروں، نوحہ خانیوں اور سبیلوں، شربتوں کی تیاریاں ہونے لگتی ہیں!! اور پھر عاشوراء کے روز بلکہ پورے عشرہ میں وہ سارے کام کئے جاتے ہیں کہ اس مہینہ کی حرمتوں کو یکسر پامال کردیا جاتا ہے!!

ظاہر ہے کہ ان چیزوں کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے نہ ماہ محرم اور عاشوراء سے کوئی تعلق، یہ سراسر بدعات وخرافات ہیں، کیونکہ عزاء اور سوگ کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا“.[صحیح بخاری:۲ر۷۸ر۱۲۸۱]

”اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ کسی میت پر تین دنوں سے زیادہ سوگ منائے، سوائے شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن کے“۔

اور سوگ کی یہ مدت دیگر عورتوں کے لئے ۱۳ر محرم سنہ ۶۱ ھ کو اور حسین رضی اللہ عنہ کی بیوی کے لئے ۲۰ر جمادی الاولی سنہ ۶۱ ھ کو ختم ہوچکی ہے، اب کسی کے لئے حسین بن علی اور دیگر شہداء رضی اللہ عنہم ورحمہم کی موت پر غم منانا حلال نہیں!

بھلا کیا امت کے لئے شہادت حسین کا غم وفات رسول ﷺ کے غم سے بھی زیادہ ہے، بھلا کیا آل بیت رسول ﷺ نے نبی کریم ﷺ اور حسین رضی اللہ عنہ کے لئے مشروع مدت کے بعد غم منایا ہے؟ آخر چودہ صدیوں سے آج تک غم و ماتم حسین کا یہ سلسلہ حکم رسول کی صریح مخالفت اور بدعت نہیں تو اور کیا ہے! اور پھر یہ غم وماتم کی بدعت: تعزیہ، سبیل، نوحہ خوانی، اجلہ صحابہ پر تبرا وغیرہ کی بدعات سے بھری ہوئی ہے!!

رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے:

”لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الخُدُودَ، وَشَقَّ الجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ“.[بخاری:۲ر۸۱ر۱۲۹۴]

جو رخساروں پر چانٹے مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی ہائے وائے پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم میں سے نہیں۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ تعزیہ سے حاجت برابری کی جاتی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی مصنوعی قبر بنا کر اس کا طواف کیا جاتا ہے جو سراسر شرک ہے۔ اور افسوس کہ ان بدعات وشرکیات میں روافض

اور شیعہ حضرات کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں سنی کہلانے والے حضرات بھی شریک ہوتے ہیں، حالانکہ امام احمد رضا صاحب نے تعزیہ بنانا اور اسے پوجنا تو درکنار تعزیہ کو دیکھنے، اس پر چڑھائے ہوئے کھانے کو کھانے، محرم میں نوحہ ومرثیہ وغیرہ کو بصراحت بدعت، حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔[دیکھئے: عرفان شریعت: ۱/۱۵، ورسالہ تعزیہ داری ص ۴، ۱۱، ۱۵، واحکام شریعت: ۱/۱۷، بحوالہ رسومات محرم اور سانحۂ کربلا، از حافظ صلاح الدین یوسف ص ۲۱]

شہادت حسین پر نوحہ و ماتم کی تاریخ:

دراصل شہادت حسین پر نوحہ و ماتم کی بدعت کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں ہوا۔ سب سے پہلے ۳۵۱ھ میں معز الدولہ احمد بن بویہ دیلمی رافضی نے خلفاء ثلاثہ، اور معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ پر لعنت کا حکم دیا اور اس کے حکم سے بغداد کی مساجد کے دروازوں پر یہ عبارت لکھی گئی: "لَعَنَ اللّٰهُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَلَعَنَ مَنْ غَصَبَ فَاطِمَةَ فَدَكَ - يَعْنُونَ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - وَمَنْ أَخْرَجَ الْعَبَّاسَ مِنَ الشُّورَى - يَعْنُونَ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - وَمَنْ نَفَى أَبَا ذَرٍّ - يَعْنُونَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - وَمَنْ مَنَعَ دَفْنَ الْحَسَنِ عِنْدَ جَدِّهِ - يَعْنُونَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ". [البداية والنهاية ۱۵/۲۵۵]

معاویہ بن ابی سفیان پر اللہ کی لعنت ہو، اور ابوبکر پر جس نے فاطمہ سے فدک چھینا، اور عمر پر جس نے عباس کو شوریٰ سے نکالا، اور عثمان پر جس نے ابوذر کو جلاوطن کیا، اور مروان بن حکم پر جس نے حسن کو اپنے دادا کے پاس دفنانے سے روکا۔ (استغفر اللہ والعیاذ باللہ) جب اس رافضی کو معلوم ہوا کہ اہل سنت نے اس عبارت کو مٹا دیا ہے تو اس نے معاویہ کے نام کی صراحت اور بقیہ لوگوں کو بلا صراحت اہل بیت کے ظالموں کے نام سے لکھوایا۔

اسی طرح اس بدبخت نے ۱۰ر محرم ۳۵۲ھ کو حکم دیا کہ حسین کی شہادت کے غم میں دوکانیں، خرید و فروخت اور بازار بند کردیئے جائیں، اعلانیہ نوحہ کیا جائے، نوحہ کے لئے تیار کردہ خاص لباس پہنے جائیں اور عورتیں حسین کے ماتم میں بالوں کو بکھیر کر، چہروں پر کالک پوت کر، کپڑے پھاڑے ہوئے اور گالوں پر طمانچے مارتے ہوئے پورے شہر میں گھوم گھوم کر نوحہ اور بین کریں! رافضیوں نے ایسا ہی کیا، لیکن سنت اور اہل سنت کو اسے روکنے کی قدرت نہ تھی، کیونکہ شیعوں کی کثرت تھی اور بادشاہ ان کے ساتھ تھا۔[دیکھئے: الکامل فی التاریخ: ۷/۲۴۵، والمختصر فی أخبار البشر: ۲/۱۰۴، وتاریخ ابن خلدون: ۳/۵۲۷، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان: ۲/۲۶۱]

پھر یہ بدعت رواج پا گئی، چنانچہ ۴۲۱ھ اور اسی طرح ۴۵۸ھ میں کرخیوں نے دس محرم کو نوحہ و ماتم کیا، لیکن اس مرتبہ عوام الناس کے اعتراض کے سبب صحابہ کو سب وشتم کرنے اور علانیہ بدعت کرنے والے کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا۔ [المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم: ۱۵/۲۰۴، والبدایۃ والنہایۃ ط ہجر: ۱۶/۷]

اسی طرح مصر و قاہرہ کے علاقہ میں بھی یہ بدعت رواج پائی چنانچہ مستعلی (وفات ۴۹۵ھ) نے اپنے دور اقتدار میں خوب دھوم دھام سے عاشورہ کے روز نوحہ و ماتم کا اہتمام کیا، اور یہی وطیرہ المعزّ لدین اللہ تا العاضد تمام فاطمی خلفاء کا تھا۔[النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ: ۵/۱۵۳]

اجلہ صحابہ وصحابیات پر لعن طعن اور تبراء کی بدعت:

روافض کے آل بیت سے محبت کے نام نہاد دعویٰ کے ساتھ ان کی صحابہ دشمنی معروف ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام مجالس سمیت عشرۂ محرم اور عاشورہ کی ماتمی محفلیں بھی صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کی تکفیر، تبرا، لعنت، اور سب وشتم سے خالی نہیں ہوتیں، بنا

بریں صحابہ کو برا بھلا کہنا رافضیت کی ایک علامت ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

"قُلْتُ لِأَبِي: مَنْ الرافضيّ؟ قال: الّذي يشتم رَجُلا مِنْ أَصْحَابِ رَسُول اللَّهِ ﷺ أو يتعرّض لهم ما أراه على الإسلام".[تاریخ الاسلام از امام ذہبی:۱۸/۸۹]

میں نے اپنے والد سے پوچھا: رافضی کون ہے؟ فرمایا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو گالی دے یا ان سے تعرض کرے، میں اسے مسلمان نہیں سمجھتا!

اورامام احمد کے مسائل میں ہے، فرماتے ہیں:

"قلت لأبي: من الرافضي؟ قَالَ :الَّذِي يسب أبا بكر وَعمر رضى الله عنهما".[مسائل الامام احمد روایۃ ابنہ عبداللہ ص:۹۹] میں نے اپنے والد سے پوچھا: رافضی کون ہے؟ فرمایا: جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دے۔

چنانچہ کلینی نے ابوجعفر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تمام لوگ (صحابہ) مرتد ہوگئے تھے، سوائے تین لوگوں کے: مقداد بن اسود، ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی کے"۔[الکافی:۸/۲۴۵ وقال المجلسی: حسن]

اور تفسیر قمی میں ہے کہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ﴾[النحل:۹۰]

میں فحشاء سے مراد ابوبکر، منکر سے مراد عمر اور بغی سے مراد عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

اسی طرح مشہور شیعہ کتاب مفتاح الجنان میں ہے:

"اللهم صل علَى محمد وعلَى آل محمد، والعن صنمَيْ قريش وجِبتَيْهِما وطاغوتَيْهما وابنتيهما ... إلخ"۔اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما، اور قریش کے دو بتوں، اس کے دو شیطانوں اور طاغوتوں اور ان دونوں کی بیٹیوں پر لعنت فرما (نعوذ باللہ)۔

یعنی ابوبکر وعمر اور عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہم۔

اسی طرح عاشوراء کے روز یہ لوگ ایک کُتا لاتے ہیں اور اسے عمر کا نام دیتے ہیں، پھر اسے لاٹھی ڈنڈے اور پتھر سے مارتے ہیں یہاں تک کہ اس کی موت ہوجاتی ہے، اسی طرح ایک بکری کا بچہ لاتے ہیں اور اسے عائشہ کا نام دیتے ہیں، پھر اس کے بالوں کو نوچتے ہیں اور جوتوں سے مارتے ہیں یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوجاتی ہے!!

اسی طرح شیعہ حضرات ۹/ربیع الاول کو ایک عید مناتے ہیں' یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قاتل ابولؤلؤ فیروز مجوسی کی عید ہوتی ہے، جسے انہوں نے بابا شجاع الدین کا لقب دیا ہے!!۔[دیکھئے: الشیعۃ ہم العدو فاحذرہم، از شحاتہ صقر ص:۳۰-۳۱]

اسی طرح موجودہ دور میں رافضی ملک ایران کا خمینی صحابۂ کرام کی توہین کرتے ہوئے کہتا ہے:

"میں بڑی جرأت سے کہتا ہوں کہ موجودہ وقت میں ایرانیوں کی لاکھوں کی آبادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اہل حجاز سے افضل ہے"۔[الوصیۃ السیاسیۃ: ص ۲۳]

اب سوال یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۱ھ) کی ماتمی محفلوں میں ان صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کو گالی دینے اور ان پر لعنت کرنے کا کیا وجہ جواز ہے' جو حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے برسوں پیشتر اس دنیا سے کوچ کر گئے تھے؟؟

یزید پر لعنت بھیجنے کی بدعت:

اس مہینہ کی ایک بدعت یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجنے کی بھی ہے، کیونکہ اس کے دور میں حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جانکاہ

سانحہ رونما ہوا، اسی طرح لعنت کرنے کے دیگر اسباب بھی بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً وہ ظالم تھا، نمازوں کا تارک تھا، زنا اور شراب نوشی وغیرہ دیگر شہوتوں کا مرتکب تھا، نیز اس نے اپنی فوج کے لئے تین دنوں تک مدینہ کو مباح کر دیا تھا۔ جبکہ:

اولاً: یہ ساری باتیں جن راویوں سے مروی ہیں وہ عام طور پر کذاب، متروک اور رافضی عقیدہ کے راویان ہیں، جیسا کہ روایتوں کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔

ثانیاً: یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تابعی ہے اور تابعیت کے عمومی شرف میں بزبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بھی شامل ہے۔

ثالثاً: یزید اور اس کے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے خصوصی فضیلت ومنقبت ثابت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ البَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا ... وَأَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ". [صحیح بخاری: ۴/۴۲/۲۹۲۴]

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا اس نے جنت واجب کر لی ہے... اور میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر (قسطنطنیہ) سے جنگ کرے گا ان کی مغفرت ہو چکی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَمَنْقَبَةٌ لِوَلَدِهِ يَزِيدَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِينَةَ قَيْصَرَ". [فتح الباری لابن حجر: ۶/۱۰۲ نیز دیکھئے: ۱۱/۷۷]

اس حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے سمندر میں جنگ کی، اور ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے شہر قیصر سے جنگ فرمائی۔

یہ سمندری جنگ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنہ ۲۸ھ میں اور قسطنطنیہ سے یزید نے سنہ ۵۳ھ میں کی تھی۔

رابعاً: یزید کے سلسلہ میں علماء محققین کا موقف سب سے معتدل ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بل الْحق فِيهِ أَنه كَانَ ملكا من مُلُوك الْمُسلمين لَهُ حَسَنَات وَله سيئات، وَالْقَوْل فِيهِ كالقول فِي أَمْثَاله من الْمُلُوك، لَا نحبه وَلَا نسبه". [مختصر الفتاوی المصریہ ص: ۲۱۰، نیز دیکھئے: مجموع الفتاوی: ۴/۴۸۷]

یزید کے بارے میں حق یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا، اس کی نیکیاں بھی ہیں اور گناہ بھی، اس کے بارے میں وہی بات ہے جو اس جیسے دیگر لوگوں کے بارے میں، کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں نہ اسے گالی دیتے ہیں۔

اور امام ذہبی فرماتے ہیں:

"وَيَزِيْدُ مِمَّنْ لاَ نَسُبُّهُ وَلاَ نُحِبُّهُ، وَلَهُ نُظَرَاءُ مِنْ خُلَفَاءِ الدَّوْلَتَيْنِ، وَكَذَلِكَ فِي مُلُوْكِ النَّوَاحِي، بَلْ فِيهِم مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ". [سیر أعلام النبلاء: ۴/۳۶]

یزید ان لوگوں میں سے ہے جسے ہم گالی دیتے ہیں نہ اس سے محبت کرتے ہیں، دونوں حکومتوں (یعنی بنو امیہ و بنو عباسیہ) میں اُس جیسے بہت سے لوگ ہیں، اسی طرح آس پاس کے ممالک کے بادشاہوں میں بھی، بلکہ ان میں تو اس سے کہیں زیادہ بدتر لوگ ہیں۔

اس لئے یزید پر لعنت کرنے کے بجائے ہمیں معتدل موقف اپنانا چاہئے، بالخصوص جبکہ معین شخص پر لعنت اہل سنت و جماعت کے موقف کے منافی بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

فضائل واحکام

ماہ محرّم اور یومِ عاشوراء

● تحریر: أحمد عبد المتعال ● ترجمہ: شیخ رضوان اللہ عبدالروف سراجیؔ (استاد: مرکز امام بخاری: تلولی، ممبئ)

محترم قارئین! بعض شب وروز اور بعض ماہ کو بعض أیام وماہ پر اجروثواب اور فضائل کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے تاکہ دیگر أیام میں جو گناہ اور معصیتیں ہم سے صادر ہو جاتی ہیں ان کی تلافی ہو سکے، انہیں میں سے ایک ''محرم الحرام اور یوم عاشوراء'' بھی ہے، وہ شخص خوش نصیب ہے جو محرم الحرام کا مہینہ پائے اور اس میں اطاعت وفرماں برداری کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرے۔

محرم الحرام ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثۡنَا عَشَرَ شَهۡرٗا فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوۡمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ مِنۡهَآ أَرۡبَعَةٌ حُرُمٞۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلۡقَيِّمُۚ فَلَا تَظۡلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمۡۚ وَقَٰتِلُواْ ٱلۡمُشۡرِكِينَ كَآفَّةٗ كَمَا يُقَٰتِلُونَكُمۡ كَآفَّةٗۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلۡمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔[التوبۃ:۳۶]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے حرمت والے مہینوں میں گناہ کے بڑا ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں گناہ کرنا دیگر ماہ کی بنسبت زیادہ خطرناک اور زیادہ مضر ہے کیوں کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿فَلَا تَظۡلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمۡ﴾

ترجمہ: تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

گویا ان مہینوں میں ظلم کرنا دیگر کے مقابلے زیادہ شدید ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھنا کہ ان مہینوں کے علاوہ دیگر مہینوں میں ظلم کرنا جائز ہے۔

حرمت والے مہینوں کی بابت اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''الزَّمَانُ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو القَعْدَةِ وَذُو الحِجَّةِ وَالمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ''. [صحیح بخاری:۳۱۹۷،صحیح مسلم:۱۶۷۹]

ترجمہ: زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آ گیا جیسے اس دن تھا جس دن اللہ تعالی نے آسمان اور زمین پیدا کی تھی، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، چار مہینے اس میں سے حرمت کے ہیں۔ تین تو پے در پے، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے بیچ میں پڑتا ہے۔

ماہ محرم کی فضیلت:

ماہ محرم کی بے شمار فضیلتیں ہیں جن میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان کے سب سے افضل روزہ ماہ محرم کا ہے اور یہ مہینہ اللہ کا مہینہ ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"أَفْضَلُ الصِّيَامِ، بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ". [صحیح مسلم:۱۱۵۹]

ترجمہ: ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔

اس ماہ کی سب سے پہلی فضیلت یہ ہے کہ اس ماہ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی گئی ہے اور یہ نسبت بطور تعظیم ہے۔

علماء کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ ماہ محرم کا روزہ افضل ہے یا ماہ شعبان کا؟ بعض نے کہا ہے کہ ماہ شعبان کا روزہ افضل ہے کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ اس ماہ کا اکثر روزہ رکھتے تھے، جتنا ماہ شعبان کے روزوں کی حفاظت کیا ہے اتنا ماہ محرم کے روزوں کی حفاظت آپ ﷺ نے نہیں کیا لیکن ماہ محرم کے روزے پر ابھارا ہے جیسا کہ فرمایا:

"أَفْضَلُ الصِّيَامِ، بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ". [صحیح مسلم:۱۱۵۹]

ترجمہ: ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔

علماء کا کہنا ہے کہ ماہ شعبان کا روزہ سنن رواتب کے درجے میں ہے اور ماہ محرم کا روزہ مطلق نفل کے درجے میں ہے اور رواتب کا درجہ مطلق نفل سے بڑھ کر ہے اس ماہ محرم کے روزوں سے ماہ شعبان کے روزے افضل ہیں۔

بہر حال دونوں مہینوں میں روزوں کا اہتمام کرنا چاہئے لیکن یہ بات یاد رہے کہ ماہ شعبان کا روزہ مکمل نہیں کیا جائے گا۔

یوم عاشوراء:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ المَدِينَةَ فَرَأَى اليَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ". [صحیح بخاری:۲۰۰۴]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے (دوسرے سال) آپ ﷺ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی، اس لیے موسیٰ (علیہ السلام) نے اس دن کا روزہ رکھا تھا، آپ نے فرمایا پھر موسیٰ (علیہ السلام) کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی ایک اور روایت اس طرح ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا قَدِمَ المَدِينَةَ، وَجَدَهُمْ يَصُومُونَ يَوْمًا، يَعْنِي عَاشُورَاءَ، فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى، وَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَوْنَ. فَصَامَ مُوسَى شُكْرًا لِلَّهِ، فَقَالَ :أَنَا أَوْلَى بِمُوسَى مِنْهُمْ، فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ". [صحیح بخاری:۳۳۹۷]

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ایک دن یعنی عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے، ان

لوگوں (یہودیوں) نے بتایا کہ یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی تھی اور آل فرعون کو غرق کیا تھا، اس کے شکر میں موسیٰ (علیہ السلام) نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کا ان سے زیادہ قریب ہوں چناچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم فرمایا۔

یوم عاشوراء ایک عظیم دن ہے کیوں کہ اس دن بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے ہیں جیسے فرعون اور اس کی قوم کا ڈوبنا۔

یوم عاشوراء کی فضیلت:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

”مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا اليَوْمَ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ“. [صحیح بخاری:۲۰۰۶]

ترجمہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشوراء کے روزے کا بغرض ثواب قصد کرتے تھے۔ اور اس دن کی فضیلت بتاتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ“. [صحیح مسلم:۱۱۶۲، جامع ترمذی:۷۵۲]

ترجمہ: عاشورہ کا روزہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ گذشتہ ایک سال کے لئے کفارہ ہو۔

ماہ محرم کے روزے میں اہل کتاب کی مخالفت:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ، قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“. [صحیح مسلم:۱۱۳۴]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ عَاشُورَاءَ فَذَكَرُوا أَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى تَصُومُهُ فَقَالَ إِنَّهُ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ يَصُومُ التَّاسِعَ وَهَذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّ الَّذِي كَانَ يَصُومُهُ لَيْسَ هُوَ التَّاسِعُ فَتَعَيَّنَ كَوْنُهُ الْعَاشِرَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَصْحَابُهُ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَآخَرُونَ يُسْتَحَبُّ صَوْمُ التَّاسِعِ وَالْعَاشِرِ جَمِيعًا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ الْعَاشِرَ وَنَوَى صِيَامَ التَّاسِعِ“. [المنہاج للنووی: ۱۲/۸]

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے تو لوگوں نے ذکر کیا کہ یہود ونصاریٰ بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والے سال میں میں نویں محرم الحرام کا روزہ بھی رکھوں گا، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نویں کا روزہ نہیں رکھا ہے بلکہ صرف دسویں کا روزہ رکھا ہے۔

امام شافعی اور ان کے ساتھی اور امام احمد بن حنبل، اسحاق رحمہم اللہ اور بہت سے لوگس کا کہنا ہے کہ نویں اور دسویں دونوں کا روزہ رکھنا مستحب ہے کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں کا روزہ رکھا ہے اور نویں کی نیت کیا ہے۔

صوم عاشوراء کے تیئں بعض لوگوں کا دھوکہ: بعض جہلاء کا

خیال ہے کہ جو چاہو کرو، بس یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کا روزہ رکھ لو سارا گناہ معاف ہو جائے گا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كاغترار بعضهم على صوم يوم عاشوراء، أو يوم عرفة حتى يقول بعضهم: يوم عاشوراء يكفر ذنوب العام كلها، ويبقى صوم يوم عرفة زيادة في الأجر. ولم يدر هذا المغتر أن صوم رمضان والصلوات الخمس أعظم وأجل من صيام يوم عرفة ويوم عاشوراء، وهي إنما تكفر ما بينها إذا اجتنبت الكبائر.فرمضان [إلى رمضان] والجمعة إلى الجمعة لا يقوى على تكفير الصغائر الله مع انضمام ترك الكبائر إليها، فيقوى مجموع الأمرين على تكفير الصغائر.

فكيف يكفر صوم يوم تطوع كل كبيرة عملها العبد، وهو مصر عليها، غير تائب منها؛ هذا محال، على أنه لا يمتنع أن يكون صوم يوم عرفة ويوم عاشوراء مكفرا لجميع ذنوب العام على عمومه، ويكون من نصوص الوعد التي لها شروط وموانع، ويكون إصراره على الكبائر مانعا من التكفير.

ترجمہ: بعض لوگ یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کے روزے کے سلسلے میں دھوکہ کھا جاتے ہیں حتی کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یوم عاشوراء پورے سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور یوم عرفہ اجر میں اضافے کا سبب ہے، یہ دھوکہ کھانے والے یہ نہیں جانتے کہ ماہ رمضان کے روزے اور پانچوں نمازیں یوم عرفہ اور یوم عاشوراء سے زیادہ اہم ہیں لیکن یہ دونوں ان گناہوں کا کفارہ ہوا کرتے ہیں جو ان کے درمیان وقوع پذیر ہوتا ہے، اور اس وقت جب ان عبادتوں کا اہتمام کرنے والا کبائر سے بچے گا۔

رمضان سے رمضان تک اور جمعہ سے جمعہ تک کی نیکی صغائر کے معافی کا سبب اسی وقت بنے گی ان کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ جب کبائر سے بچا جائے پھر کیسے نفلی روزہ گناہ کبیرہ کی معافی کا سبب بنے گا جب کہ بندہ کبائر میں ہمہ وقت مبتلا رہتا ہے اور اس سے توبہ بھی نہیں کرتا ہے۔

اس لئے یہ بات محال ہے کہ یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کا روزہ عمومی طور پر تمام گناہوں کا کفارہ ہوگا، وعد و وعید پر مشتمل نصوص اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس کے لئے کچھ شروط اور موانع ہیں، یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کے روزوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ کبائر سے دوری اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

کیا وہ شخص روزہ رکھے گا جس کے ذمہ ابھی ماہ رمضان کا روزہ ہے؟ یہ سوال **اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء** سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا:

جس کے ذمے ابھی ماہ رمضان کا روزہ ہے وہ نفلی روزہ نہیں رکھے گا بلکہ پہلے وہ ماہ رمضان کا روزہ پورا کرے گا پھر نفلی روزہ رکھے گا، اور اگر اس نے ماہ محرم کی دسویں اور گیارہویں تاریخ کا روزہ ماہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کے قضاء کی نیت رکھے گا تو یہ بھی اس کے لئے جائز ہے اور اس طرح سے اس کے چھوٹے ہوئے روزوں کے یہ دو روزے قضاء ہو جائیں گے۔

کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى" [صحیح بخاری: صحیح ا،مسلم:۱۹۰۷]

ترجمہ: اعمال کا دار مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کیا ہوتا ہے۔

یوم عاشوراء کی بدعتیں:

یوم عاشوراء محرم الحرام کا دسواں دن ہے، اس دن بے شمار منکرات و بدعات انجام دیئے جاتے ہیں، افراط وتفریط کی وجہ سے اس دن کے سلسلے میں دو فرقے ایک دوسرے خلاف اعمال انجام دیتے ہیں، ایک فرقہ اس دن ماتم میں ڈوبا ہوتا ہے اور غمی مناتا ہے، اور دوسرا فرقہ اسے خوشی اور سرور وانبساط کا دن سمجھتا ہے۔

پہلی بدعت:

شیعہ حضرات عاشوراء کے دن نوحہ و ماتم کرتے ہیں، اپنے چہرے پر طماچے مارتے ہیں، چیختے چلاتے اور آہ و بکاء کرتے ہیں، پانی نہیں پیتے ہیں اور وہ اشعار پڑھتے ہیں جن میں سلف کی شان میں گستاخی ہوتی ہے، انہیں کی تذلیل ہوتی ہے، عاشوراء کے دن ان پر لعنت بھیجی جاتی ہے، بے گناہوں کو گنہ گار ثابت کیا جاتا ہے، فساد، فتنہ اور نفرت پھیلانے والے اخبار پڑھے جاتے ہیں جن میں جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اور اس کا صرف اور صرف یہی مقصد ہوتا ہے کہ امت میں انتشار پیدا کیا جائے اور فتنہ پھیلایا جائے۔

دوسری بدعت:

اور دوسرے فرقے یعنی ناصبیوں نے اسے حسین اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف خوشی کا دن بنالیا۔

ان جاہلوں نے جب جھوٹ کا سامنا جھوٹ، فاسد کا سامنا فاسد، برائی کا سامنا برائی اور بدعت کا سامنا بدعت سے کیا تو خوشی اور فرحت وانبساط کے سلسلے میں انہوں نے آثار گھڑ لیا اور عاشوراء کے دن سرمہ لگانے، خضاب لگانے، اہل وعیال پر وسیع پیمانے پر خرچ کرنے، عادت کے خلاف کھانا بنانے کو نیکی کا کام سمجھ لیا اور نہ صرف یہ کہ سمجھا بلکہ اس پر عمل کیا اور دوسروں کو عمل کرنے پر ابھارا، اس دن وہ سارا کام کیا جاتا ہے جو عید کے دن یا کسی خوشی کے موقع پر کیا جاتا ہے اور صرف اور صرف یہ شیعوں کے مقابلے میں کیا جاتا ہے۔

ان جاہلوں نے جو احادیث گھڑا ہے ان میں سے دو روایتیں آپ تمام قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

١- **"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ".** [فضائل الأوقات للبيهقي: ٢٤٥]

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشوراء کے دن جس نے اپنے اہل عیال پر (خرچ میں) وسعت کیا تو اللہ تعالی (اس کے مال وزر میں) سارے سال وسعت کرے گا۔

اس روایت کو علامہ اَلبانی رحمہ اللہ نے ضعیف گردانا ہے۔

[سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرہا السیئ فی الأمۃ: ٦٨٢٤]

٢- **"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اكْتَحَلَ بِالْإِثْمِدِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ لَمْ يَرْمَدْ أَبَدًا".** [فضائل الأوقات للبيهقي: ٢٤٦]

ترجمہ: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عاشوراء کے دن اِثمد سرمہ لگایا اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

اس روایت کو علامہ اَلبانی رحمہ اللہ نے موضوع گردانا ہے۔

[سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرہا السیئ فی الأمۃ: ٦٨٢٤]

پیغامات وتنبیہات

محرم الحرام کا پیغام

● دکتور جاوید ندیم مدنی (ممبئی)

محترم قارئین!

محرم الحرام، اسلامی سال کا پہلا اور عظمت وفضیلت سے بھرپور مہینہ ہے۔اس سے تاریخِ اسلام کے کئی اہم اور سبق آموز واقعات وابستہ ہیں۔ یہ مہینہ فطرتِ اسلام، شکر، عزت اور سربلندی کی یاد دلاتا ہے،ہمیں سکھاتا ہے کہ نعمتوں پر شکر اور آزمائشوں میں صبر کا رویہ کیسا ہونا چاہیے۔

آیئے غور کریں کہ ماہ محرم ہمیں کیا پیغام دیتا ہے؟ تاکہ ان سے عبرتیں، اسباق اور نصیحتیں حاصل کرسکیں۔

پہلا پیغام:

یہ مہینہ دین فطرت کی طرف توجہ دلاتا ہے:

اللہ عزوجل نے حرمت والے مہینوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا۟ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾[التوبة:۳۶]

”جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان بنائے ہیں، تبھی سے اللہ کی کتاب میں مہینوں کی کُل تعداد 12 ہے، اوران میں سے 4 مہینے حرمت والے ہیں ۔یہی درست دین ہے۔تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو“۔

احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی تعیین کے مطابق اسلامی سال کا یہ پہلا مہینہ محرم انہی 4 حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جبکہ دوسرے تین 3 مہینے رجب ،ذو القعدہ اور ذی الحجہ ہیں ۔[صحیح بخاری، حدیث نمبر:4662،صحیح مسلم، حدیث نمبر 1679]

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان "عِندَ اللّٰهِ"اس بات پر زور دیتا ہے کہ ان مہینوں کے احترام کا قانون اللہ نے خود مقرر کیا ہے۔

آیت میں "في كتاب الله"کا مطلب ہے اللہ کے مقرر کردہ دائمی نظام میں۔یعنی اللہ کے وہ زمینی مضبوط اور پائیدار اصول جن پر زمین کی زندگی کا نظام قائم ہے۔جو”کتاب اللہ“ میں ثابت اور درج شدہ ہیں۔

یہ مہینہ اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ محرم کا احترام اس دین فطرت کا حصہ ہے جسے اختیار کرنے کا رب العالمین نے حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ﴾[الروم:۳۰]

''پس آپ یک سو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کردیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔اس اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں۔یہی سیدھا دین ہے''۔

حرمت والے مہینہ کا مطلب ہے کہ اس مہینہ میں لڑائی نہ کی جائے۔گناہوں سے بچا جائے۔اللہ کی حرام کردہ باتوں کے قریب نہ جایا جائے۔ان مہینوں کا خصوصی احترام کیا جائے۔

دوسرا پیغام:

یہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزوں والا مہینہ ہے۔

اس مبارک مہینے میں روزوں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ خاص طور پر ماہِ محرم کے روزوں کے بارے میں صحیح مسلم اور سننِ اربعہ میں ہے کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا:

''أَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَقَالَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللهِ الْمُحَرَّمِ''.

''رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل روزے کون سے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کے اس مہینے کے روزے جسے تم محرم کہتے ہو۔''[صحیح مسلم،حدیث نمبر:1163]

اگر زیادہ نہ ہوسکیں تو کم از کم ایامِ محرم کے ''یومِ عاشوراء'' کا روزہ تو ضرور ہی رکھنا چاہئے کیونکہ اس کی فضیلت کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''صِيامُ يومِ عاشُوراءَ، إنِّي أحْتَسِبُ على اللهِ أنْ يُكَفِّرَ السنَةَ التي قَبْلَهُ''.

''میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ یومِ عاشوراء کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔''[صحیح مسلم،حدیث نمبر:1162]

یہ حدیث ہمیں توجہ دلاتی ہے کہ عاشورہ کا دن نہ چھوڑیں کیونکہ یہ پورے سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، اس لیے محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھیں اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا۔

تیسرا پیغام:

یہ مہینہ امت محمدیہ کی حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام سے تعلق اور ان سے وابستگی کی علامت ہے:

10 محرم یعنی عاشورہ کے دن کا روزہ دراصل موسیٰ علیہ السلام کی اپنے وقت کے ظالم فرعون سے نجات کے لیے شکرگزاری اور خوشی کا اظہار ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ میں یہودیوں کو یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا تو پوچھا:

''ما هذا اليَوْمُ الذي تَصُومُونَهُ''؟ فَقالوا: هذا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللَّهُ فيه مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ، فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بمُوسَى مِنكُم'' فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَرَ بصِيَامِهِ.

''تم لوگ جس دن کا روزہ رکھتے ہو یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہی وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ان کے دشمن (فرعون اور اس کے لشکر) سے نجات دلائی تھی۔اس پر بطورِ شکرانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا لہٰذا ہم بھی روزہ رکھتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا: ''موسیٰ (علیہ السلام) پر (بحیثیت نبی) میرا حق تم سے زیادہ ہے''۔ پھر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ [صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2004، صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1130]

یہ حدیث اہل ایمان کے درمیان ایمانی اخوت کے بندھن کی گہرائی پر توجہ دلاتی ہے کہ کس طرح اس کی جڑیں ہزاروں سال تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم ہزار صدیوں بعد میں آنے والے مسلمان بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ باطل پر حق کی فتح کی خوشی میں شریک ہیں۔ عاشورہ کے دن ہمارا روزہ ایک متکبر ظالم کے ظلم سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی خوشی میں جذباتی شرکت ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے تعلق ہماری تاریخ کا تسلسل ہے، اور انبیاء سے تعلق نسب یا ملک کی بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ انبیاء سے تعلق ان کی ہدایت اور تعلیمات کی پیروی سے ہوتا ہے۔ ہم ہر نبی کے، ان کی اس قوم سے زیادہ حقدار ہیں جس نے انہیں جھٹلایا اور ان کی نافرمانی کی۔

اسلام کا رشتہ خون، نسل، زبان یا قومیت کی سرحدوں کا محتاج نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ دلوں کا رشتہ ہے، ایمان کا بندھن ہے، جو اللہ کی وحدانیت، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دینِ حق کی پیروی پر قائم ہوتا ہے۔ یہ رشتہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتا ہے، ایمان کا یہ رشتہ صدیوں کو پھلانگتا ہے، فاصلوں کو مٹاتا ہے، اور دلوں کو جوڑ کر امتِ واحدہ کی تصویر بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات:۱۰]

''تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔

یہ رشتہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک زمین پر اسلام باقی رہے گا۔

چوتھا پیغام:

محرم کا مبارک مہینہ مسلمانوں کو پیغام دیتا ہے کہ یہ پیغام ہے کہ باطل کتنا ہی پھول جائے، سرکشی اور تکبر کرے اور یہ گمان کرے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا یا اس کی سازش اور باطل کو رد نہیں کرسکتا یا اس کے لشکروں اور فوجوں کو شکست نہیں دے سکتا، اس کا انجام ہلاکت ہے اور اس کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہے۔ اور انجام ہمیشہ مومنوں کے حق میں ہوتا ہے۔

مومن ہر سال موسیٰ علیہ السلام کی فرعون جیسے جابر و ظالم بادشاہ سے نجات کے دن پر رب کا شکر ادا کرتا ہے۔ وہ فرعون جس نے رب ہونے کا دعوی کیا تھا۔ رب العالمین نے اس ظالم و جابر گھمنڈی اور متکبر شخص جس کے پاس طاقت تھی، دولت تھی، فوج تھی، جادو گروں کی ایک ٹولی تھی لیکن اللہ نے اسے اپنی ایک مخلوق یعنی سمندر کے ذریعہ انتہائی ذلت اور سبق آموز موت دے کر ہلاک کیا۔

قرآن کریم میں موسیٰ اور فرعون کے قصے کو بار بار دہرانے کا راز یہ ہے کہ ہر زمانے کے اہل ایمان کو عموماً اور علمائے کرام یا دعاۃ کو خصوصاً یہ تسلی ملے کہ تم صبر کرو۔ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ تمہارے خلاف باطل کی تمام شان وشوکت، سازشیں، پلاننگ، ان کا بجٹ سب کا سب تمہیں کچھ نقصان نہیں پہونچائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یقیناً مومنوں کے لئے عبرت ہے:

﴿وَإِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا﴾

[آل عمران:۱۲۰]

”اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی چالیں تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں“۔

پانچواں پیغام:

محرم کا مہینہ ہمیں خوشیوں کے اظہار کا سلیقہ سکھاتا ہے کہ ہم اپنی خوشی کا اظہار کیسے کرتے ہیں؟

مومن جب خوش ہوتا ہے تو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کرتا ہے، روزے رکھتا ہے، شکر گزاری کرتا ہے، صدقہ وخیرات کرتا ہے، غریبوں اور مسکینوں خرچ کرتا ہے اور اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔

محرم کا مہینہ باطل پر حق کی فتح کا مہینہ ہے۔ ہم باطل پر حق کی فتح پر اظہار تشکر کے طور پر یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، یہ ایک الٰہی آداب ہے جو ہمیں تربیت دیتا ہے کہ ہماری معاشرتی زندگی میں خوشی اور خوشی کا اظہار کیسے کیا جائے۔

چھٹا پیغام:

محرم کا مہینہ ہمیں اپنی شناخت کی طرف توجہ دلاتا ہے:

غور فرمائیں اللہ کے نبی ﷺ نے جب یہودیوں کو 10 محرم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ایک دن پہلے کا بھی روزہ رکھنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو سکے۔

اس لئے یہودیوں کے روزہ کی مشابہت دور کرنے کے لئے یومِ عاشوراء سے ایک دن پہلے ایک روزہ رکھنا مسنون ہے کیونکہ ارشادِ نبوی ہے:

”لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ، لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ“.

”اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں 9 محرم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا“۔[صحیح مسلم، حدیث نمبر:1134]

یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں اور طرز زندگی کی مخالفت اسلام کے اصولوں میں سے ہے۔ مسلمان اپنی طرز زندگی تہذیب وثقافت میں ایک امتیاز رکھتا ہے۔ وہ دوسروں کی تہذیب وثقافت سے متاثر نہیں ہوتا۔

کفار ومشرکین کا طرز زندگی اختیار کرنا گویا ان سے محبت ظاہر کرنا ہے۔ یہ ان کے لئے نفسیاتی قوت، دینی فخر اور تہذیبی غلبہ کا باعث بنتا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کو غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“.

”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اُنہیں میں سے ہے“۔[سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 4031۔شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے]

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کرنے سے خبردار فرمایا؛ کیونکہ اُمت کو مشرکوں اور اہلِ کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ مسلمان جہاں بھی ہو، اور کسی بھی قوم یا خطے میں ہو، اس کی شناخت الگ اور نمایاں ہوتی ہے۔ وہ کھانے، پینے، رہنے سہنے، پہننے، بولنے، چلنے، سونے، جاگنے، اور یہاں تک کہ خوشی وغم کے اظہار میں بھی اپنی انفرادیت اور اسلامی وقار کا مظاہرہ کرتا ہے۔ مسلمان کی یہ تہذیب محض روایت یا ثقافتی وراثت نہیں، بلکہ ایک ربانی امانت ہے، جس کی بنیاد قرآن وسنت ہے۔ اسی لیے وہ دوسری تہذیبوں سے مرعوب نہیں ہوتا، نہ ان کے طور طریقے اپنانے میں فخر محسوس کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے جو طرزِ حیات عطا ہوا ہے، وہ ربِ کائنات کا منتخب کردہ طریقہ ہے۔

احساسات وتاثرات

قسط:(۲)

دیارِرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چندروز

● شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

مدینہ میں مسجد نبوی کے قرب کے لمحوں کی تشنگی کچھ کم ہوئی تو مدینہ یونیورسٹی کا شوق زیارت اوراس کے علمی مظاہر سے آنکھیں ٹھنڈی کرنے کی خواہش دل میں انگڑائی لینے لگی، شیخ ابواحمد کلیم الدین یوسف حفظہ اللہ سے فون پر رابطہ ہوا اور آپ کے ساتھ پہلی بار جامعہ کی طرف جانے کی سبیل پیدا ہوئی، مسجد نبوی سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر جامعہ کی طویل آراضی ہے اور اس کا سلسلہ تعمیرات کئی ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے، شاہراہ عام سے ہی جامعہ کی پرشکوہ بلڈنگیں نظر آنے لگتی ہیں، کار میں بیٹھے ہوئے اس کا باہری نظارہ بہت دلکش اور بڑا جاذب نظر لگ رہا تھا۔

جامعہ اسلامیہ کا قیام 1961 میں سعودی حکومت اور علماء توحید کی مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں عمل میں آیا، یہ علمی دانشگاہ سعودی حکمرانوں کے غیر معمولی عزم، عظیم مشن اور دوررس خوابوں کی تعبیر ہے، یہ صرف ملکی پیمانے پر تعلیم و دعوت کے فروغ کے پس منظر میں نہ تھا بلکہ عالمی پیمانے پر دینی، دعوتی، تعلیمی اورفکری توسیع کا انقلابی اقدام تھا جس کے برگ و بار ہر چہار جانب نظر آرہے ہیں، جامعہ اسلامیہ نے فقہ، حدیث، تفسیر، اصول فقہ، عربی زبان اور دیگر شرعی علوم کی نشر واشاعت میں تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے۔اس کا نصاب قرآن وسنت سے ماخوذ ہے جسے پڑھ کر طلبہ دین کے صحیح شعور کے ساتھ اپنے ممالک کی طرف لوٹتے ہیں اور اس کی نشر واشاعت میں تن من دھن سے لگ جاتے ہیں، 170 ممالک کے ہزاروں طلبہ جامعہ کے گلستان علم وفن سے گل چینی کررہے ہیں، تقریبا 50رزبانوں میں طلبہ باہم گفتگو کرتے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ سے پہلے دنیا میں دینی وعلمی نقوش کیا تھے اور جامعہ اسلامیہ کے بعد کس انداز کی علمی چہل پہل نظر آتی ہے؟ یہ سچ ہے کہ جامعہ کے فضلاء پوری دنیا میں علمی، دینی و دعوتی بساط پر دیرپا نقوش چھوڑے ہیں، توحید کے موضوع ومسائل کو پورے شرح و بسط کے ساتھ ایک مخصوص اسلوب میں پیش کیا ہے، احادیث کی تحقیق، نصوص سے استدلال، استنباط مسائل اور مقلدانہ روش کی بجائے مجتہدانہ سوچ کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے، ہندوستانی مدارس کے نصاب، تعلیمی وتدریسی نظام کی اصلاح ہوئی ہے، راہ دعوت میں فرسودہ روایات کی جگہ ایک علمی وتحقیقی مزاج پروان چڑھا ہے اور دعوت موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوئی ہے، یہی فضلاء جامعہ ہیں جنہوں نے ادارے قائم کئے، مساجد کا جال بچھایا، دعوتی مراکز کھولے، کتابیں تصنیف کیں، دعوتی اسفار کئے، کانفرنسیں منعقد کیں، انھوں نے اپنے ملکوں میں سلفیت کی نشرواشاعت کا غیر معمولی کارنامہ انجام دیا، جامعہ اسلامیہ کے بعد دنیا میں دینی، دعوتی اور منہجی اعتبار سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا

ہے،ایسی شخصیات معرض وجود میں آئی ہیں جنھوں نے ایک زمانے کومتاثر کیا ہے،جس طرف بھی نظر دوڑائیے مدینہ کے فضلاء ضرورنظر آئیں گےاور چپہ چپہ ان کی خدمات کی گواہی دے گا۔

چند ثانیے بعد ہم جامعہ کے صدر دروازے سے اندر داخل ہورہے تھے،اب ہماری نگاہیں جامعہ کے خوبصورت سراپے پر پھسل رہی تھیں،جامعہ کے وسیع احاطے پر مجموعی طور پر کسی شہر کا گمان گذر رہا تھا،جامعہ کے طول وعرض میں تمام فیکلٹیز اورشعبہ جات کیلئے سلسلہ وار بلڈنگوں کا جال بچھا ہوا تھا اور ہر سمت جانے کیلئے کیمپس میں پختہ راستوں کی سہولت تھی،ہر چیز ایک دوسرے سے مربوط نظر آرہی تھی،کیمپس کا ہر حصہ ایک معنویت لئے ہوئے تھا،اس کی ساخت اور ڈیزائن میں ماہر دماغوں کی منصوبہ بندی تھی،جامعہ کے مرکزی راستے سے ہم اندر تک چلے گئے، گاڑی سے باہر نکلتے ہی خنک ہوا کا ایک خوشگوار جھونکا ہمیں سرشار کرگیا،یہ اسی مرکزعلم ودانش کی روحانی تاثیرتھی،کلیۃ الشریعہ، کلیۃ القرآن الکریم،کلیۃ الحدیث الشریف والدراسات الاسلامیہ، کلیۃ الدعوہ واصول الدین،کلیۃ العلوم وغیرہا کی شاندارعمارتیں جدیدطرزتعمیر کی شاہکارتھیں،الگ الگ کھیل کے میدان بھی نظر آئے،عصری علوم کیلئے علیحدہ کلیات کی بلڈنگیں بھی قائم ہیں، جامعہ اپنی پرشکوہ عمارتوں،صاف ستھرے راستوں اور اس پر دوڑتی گاڑیوں،اجلی فضا،ہری بھری گھاس،خوبصورت درختوں کی قطار،بجلی کےستون اور برقی قمقموں کی ساتھ خوابوں کا ایک محل اورعہد گذشتہ کا کوئی قلعہ لگ رہا تھا۔

ایام تعطیل کے شب وروز تھے جس میں طلبہ اکا دکا نظر آرہے تھے،شیخ کلیم یوسف حفظہ اللہ اپنے رسوخ سے کلیات کے اندرونی حصوں میں بھی لے گئے اور تعلیمی وانتظامی سسٹم کا مشاہدہ کرایا، درسگاہیں جدید انداز کی سہولیات سے آراستہ تھیں،کلاس روم میں طلبہ کی نشستیں بھی جدید طرز کی تھیں جس میں ٹیبل نما کرسیاں علیحدہ علیحدہ رکھی ہوئی تھیں،ہر کلاس میں سکرین اور پروجیکٹر مہیا تھا، سب کچھ ایڈوانس اور معیاری طرز کا تھا،درسگاہ سے ذرا ہٹ کر طلبہ کا ہاسٹل بھی تھا،لگے ہاتھ ہم ہاسٹل میں بھی پہونچے اور کمروں کا مشاہدہ کیا،طلبہ کی رہائش بھی معیاری تھی جس میں ان کی پرائیویسی کیلئے کمروں کے اندر کیبن نما گوشہ بنایا گیا تھا،اس گوشے میں بیڈ،الماری اور دیگر سہولیات موجود تھیں،حافظ علیم یوسف،شیخ شاہ فہد سنابلی اوراختر الامین حفظہم اللہ کے ساتھ ہاسٹل میں لذت کام ودہن کا دور بھی چلا۔

جامعہ میں دوسری وزٹ جامعہ اسلامیہ سنابل کے طلبہ کی دعوت پر ہوئی جو جامعہ میں نہر کے پاس کھلی جگہ میں رکھی گئی تھی، شیخ عبدالعظیم عبدالوکیل سنابلی حفظہ اللہ ابناء قدیم جامعہ اسلامیہ سنابل کے ذمے دار ہیں اور بہت متحرک ہیں،آپ نے یہ دعوت مخلص دوست شیخ محمد رحمانی حفظہ اللہ کی اطلاع پر دی تھی، عندلیبان سنابل کے ساتھ یہ محفل بہت خوبصورت اور یادگار رہی،ایک دوسرے کے تعارف کے بعد طلبہ کیلئے ناصحانہ کلمات پیش کرنے کیلئے کہا گیا جسے میں بمشکل تمام قبول کرسکا اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں چند نصائح اور گذارشات پیش کیں،میں نے عرض کیا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ میں اکتساب علم کا جو موقع اللہ نے دیا ہے،اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے اور اپنے مادر علمی سے رشتہ تاحیات استوار رکھیں،دنیوی اغراض سے زیادہ کسب علم کو ہدف بنا کر چلنے کی نصیحت فرمائی،دوسرے مہمانوں نے بھی

گرانقدر نصیحتیں ارشاد فرمائیں مجلس کے بعد سنابل کے ابناء کی طرف سے افطار اور پر تکلف عشائیہ کا انتظام تھا،اس مجلس نے طبیعت کو بہت شاد کیا، ہوٹل کی تنہائی سے طاری ہونے والی کبید گی اس باغ و بہار مجلس میں آ کر دور ہوگئی۔

تیسری مرتبہ جامعہ سلفیہ بنارس کے ابناء قدیم کی دعوت پر جامعہ میں آمد ہوئی،اس مجلس کی خاص بات یہ تھی کہ شیخ اسعد مدنی حفظہ اللہ بھی مجلس میں موجود تھے،اس روایت کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، جامعات کے طلبہ بھی یہاں تنظیم بنا کر اور اس کے ساتھ جڑ کر اجتماعی زندگی کے نظم ونسق میں رہتے ہیں، جامعہ کے طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر زمانۂ طالب علمی کی خوشگوار یادیں ہمارے دل ودماغ میں جھلملانے لگیں، وہ زمانہ شدت سے یاد آیا جب جامعہ اسلامیہ میں داخلے کے لئے بہت زیادہ پریشان تھا، جامعہ سلفیہ کی ترشیح پر جامعۃ الامام بخاری میں تدریبیہ میں میں شرکت کیلئے بھی آیا تھا، مقابلہ شخصیہ بھی ہوا تھا لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد۔

قسمت میں اس دبستان کتاب وسنت کے خوان علم کی ریزہ چینی نہیں تھی، اس لئے دل کی یہ نامراد خواہش دل کے ریشوں میں تحلیل ہوکر رہ گئی، یقینا جامعہ اسلامیہ مدینہ میں پڑھنا خوش نصیبی کی بات ہے، اس مجلس کی خاص بات یہ نظر آئی کہ ابناء قدیم کے ذمے دار عبداللہ تجمید حفظہ اللہ نے جملہ مہمانوں سے ان کے موضوع ومیدان کی مناسبت سے تجزیاتی سوالات کئے اور سب نے اپنے صوابدید کے مطابق جواب دیا، مجھ سے ممبئی ومضافات میں فتنۂ شکیلیت کے پھیلاؤ اور جوانوں میں اس کے اثرات اور اس بحران سے نمٹنے کیلئے کیا کیا جائے؟ یہ سوال کیا گیا، نیز ممبئی کی جمعیت اس بارے میں کیا کر رہی ہے؟ میں نے کہا کہ اس بحران سے نمٹنے کیلئے پہلے علماء، ائمہ، مدرسین اور دعاۃ کو اپنے معمول کی ڈیوٹی سے آگے بڑھ کر اس فتنے کو دل پر لینا ہوگا اور پوری دعوتی بصیرت و تیاری کے ساتھ سنجیدگی سے میدان عمل میں اترنا ہوگا اور فیلڈ ورک کے ذریعہ شکیل بن حنیف کے ہرکاروں کے پھیلائے ہوئے شبہات کا جواب دینا ہوگا، اس فتنہ سے متاثرہ افراد تک پہونچ کر ان کے مسموم ذہنوں کا اثر زائل کرنا پڑے گا، علماء کرام کو یہ جنگ سٹیج اور ممبر سے نیچے اتر کر زمین پر لڑنی پڑی گی، جمعیت اہلحدیث ممبئی الحمدللہ ہر سال تربیتی اجتماع برائے ائمہ ودعاۃ منعقد کرتی ہے اور اس میں اس قسم کے سلگتے مسائل پر محاضرے بھی ہوتے ہیں، علماء ودعاۃ کو ہدیۃ وہ کتابیں بھی دی جاتی ہیں جو عقیدہ ومنہج کے مسائل پر مبنی ہوتی ہیں، نیز جمعیت کے ہفتہ واری لائیو دروس بھی پابندی سے ہو رہے ہیں، اس طرح فتنۂ شکیلیت اور دوسرے فتنے تحریکیت ،تقلید، سروریت اور الحاد کی سرکوبی کیلئے اپنی بساط بھر جد وجہد جمعیت کر رہی ہے، مجلس کے بعد افطار اور پر تکلف طعام کا بندوبست تھا جسے ہم نے بہت چاؤ سے تناول کیا، یہ بہت خوبصورت اور باغ و بہار مجلس تھی، خلوص اور اپنائیت کی خوشبو دیر تک دل ودماغ میں بسی رہی، شیخ عبداللہ تجمید حفظہ اللہ اور دوسرے احباب نے مسجد نبوی کے پاس ہوٹل تک ڈراپ کیا فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ کی لائبریری جامعہ کی شہرت ومعیار کے شایان شان ہے، شیخ فہد سنابلی حفظہ اللہ کے ساتھ ایک ایک حصے تک پہونچنے کی کوشش کی گئی، چلتے چلتے تھک سے گئے، خوبصورت، دیدہ زیب اور معیاری ٹائٹل کے مزین کتابیں الماریوں سجائی گئی تھیں، صفائی اور سلیقگی بے مثال تھی۔

لائبریری میں اسلامی علوم جیسے شریعت، قرآن، حدیث، عقیدہ، تفسیر، فقہ، اور عربی زبان و ادب سے متعلق لاکھوں کتب موجود ہیں۔ نایاب مخطوطات، قدیم کتب، اور جدید تحقیقی مواد بھی شامل مکتبہ ہے۔ عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی کتب موجود ہیں، یہ خاص طور پر غیر عرب طلبہ کے لیے ہے۔

طلبہ اور محققین کے مطالعہ کے لیے مخصوص کمرے ہیں، ڈیجیٹل وسائل، اور آن لائن کیٹلاگ اور دیگر سہولیات فراہم ہیں۔ کتابیں نکالنے اور ریفرنس خدمات کا نظام بھی ہے۔ غیر عرب طلبہ کے لیے عربی زبان سیکھنے کے پروگراموں کا نظم اور متعلقہ مواد بھی دستیاب ہے۔

کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے ذریعے کتابوں کی تلاش اور ڈیجیٹل لائبریری تک رسائی کی سہولت فراہم ہے، آڈیو اور ویڈیو مواد بھی موجود ہے جو اسلامی لیکچرز اور دروس پر مشتمل ہوتا ہے۔ خواتین اور مردوں کے لیے الگ مطالعہ کیلئے نظم ہے، اس قدر وسیع تر مقاصد سے معمور لائبیریری اور اسلامی کتب کا خزینہ دیکھنے کا پہلا اتفاق تھا، الغرض جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ عالم اسلام کا ایک شاہکار اور ہمہ جہت تعلیمی ادارہ ہے جس کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آتی۔

مسجد نبوی سے متصل آپ ﷺ کا مرقد ہے اور وہیں پر ریاض الجنہ بھی ہے جس میں دو رکعت نماز مسنون بتایا گیا ہے، مدینہ میں قبر نبوی کی زیارت کیلئے اول روز سے اجازت نامہ کی کوشش جاری تھی، ریاض الجنہ اور روضہ رسول ﷺ تک رسائی بڑا مشکل ترین امر ہے، لمبی لائن دیکھ کر حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے، اس پورے حصے میں پولیس کا سخت پہرہ ہوتا ہے، یہ پہرہ دراصل انتشار اور افراتفری سے عوام کو بچانے کیلئے ہوتا ہے، وزارہ کی طرف سے مہمانان کو اجازت نامہ دے دیا گیا تھا اور سب کے نام بارکوڈ گروپ میں ارسال کر دیا گیا تھا، ظہر کے بعد 20 منٹ کا وقت دیا گیا تھا، گنبد خضراء کے گرد پہونچے تو پولیس نے بارکوڈ سکین کر کے چہرہ میچ کیا اور آگے جانے دیا۔

اب ہم مرقد رسول کی طرف بڑھ رہے تھے، دل ایک عجیب کیفیت ساتھ دھڑک رہا تھا، وفات رسول اللہ ﷺ کا وہ المناک دن اور سانحۂ ارتحال سے جڑے واقعات پردۂ ذہن پر ابھر رہے تھے، کیسا تکلیف دہ لمحہ تھا جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سماعتوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کی جانکاہ خبر سنی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، اس سے زیادہ تکلیف دہ دن مدینہ کی تاریخ میں کبھی نہیں آیا تھا، ہر کسی پر یہ خبر قیامت بن کر ٹوٹی تھی، جگر گوشۂ رسول فاطمۃ الزہراء نے کہا تھا:

يا أبَتَاهُ، أجَابَ رَبًّا دَعَاهُ،

يا أبَتَاهْ، مَن جَنَّةُ الفِرْدَوْسِ مَأْوَاهْ،

يا أبَتَاهْ، إلى جِبْرِيلَ نَنْعَاهْ،

''ہائے ابا جان! آپ اپنے رب کے بلاوے پر چلے گئے، ہائے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے۔ ہم جبرائیل علیہ السلام کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں''۔[بخاری: 4462]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا تھا:

''صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَاصُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا''.

''ہمارے اوپر اتنی مصیبتیں آئیں کہ اگر وہ دنوں پر بھی آتیں

تو دن بھی رات بن جاتے‘‘۔

فاروق اعظم جیسے مضبوط اعصاب کے مالک صحابی بھی مسجد نبوی میں یہ کہتے ہوئے تلوار سونت لی تھی کہ جس نے یہ کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ہے میں اس کی گردن اڑادوں گا، مدینہ کی زندگی جیسے تھم سی گئی تھی، کس قدر جانکاہ اور جگر خراش لمحہ تھا جس سے صحابہ گذرے تھے، انھوں نے کیسے اس صدمے کو جھیلا تھا؟ یہ وہی جانتے تھے، ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ جب تم پر کوئی بڑی مصیبت نازل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانحۂ ارتحال کو یاد کرلو تمہاری مصیبت ہلکی محسوس ہوگی۔

زندگی کتنی ناپائیدار ہے؟ آج وہ لوگ بھی نہیں تھے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا غم لے کر دنیا میں جینا تھا، وہ بھی موت کا تلخ جام پی کر راہیٔ ملک بقا ہوگئے، وقت سفر کرکے بہت آگے آچکا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے، اسی طرح سب پیوند خاک ہوجائیں گے جیسے ساڑھے چودہ سو برس سے اب تک لوگ پیوند زمیں ہورہے ہیں۔

ہم کو روضہ سے قریب مسجد میں بٹھا دیا گیا، یہ گویا ویٹنگ زون تھا، یعنی اب ہم لائن میں تھے، ہمارا وقتِ زیارت قریب تھا، دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی اور انتظار کرنے لگے، اس دوران اشارہ ہوا اور لرزتے قدموں سے ہم اس خطہ پاک کی طرف بڑھے جس تک پہونچنے کیلئے ہر وہ دل مشتاق ہوتا ہے جس میں رسول اللہ کی محبت موجزن ہو، ریاض الجنہ میں پہونچ تو گئے لیکن بھیڑ اس قدر تھی کہ دو رکعت نماز بمشکل تمام پڑھ سکے، ایک بار جو ریاض الجنہ میں پہونچ جاتا ہے وہ جلدی نکلتا نہیں ہے، پولیس کے چیخنے چلانے اور بار بار اصرار پر نکلتا ہے، لوگوں کی وارفتگی دیکھ کر دل نرم پڑ جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا حقیقی جلوہ یہاں نظر آتا ہے، ایسا لگتا ہے یہاں پہونچ کر ایمان ومحبت کا درجہ حرارت یکلخت بڑھ جاتا ہے، قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دیواروں اور جالیوں کے پیچھے ہے لیکن چشم محبت کی تپش اور شوق دید کا اضطراب اٹھتا ہے اور اندر ہی اندر گھُٹ جاتا ہے، کہیں حب رسول کی دینی حد پر کوئی خراش نہ آجائے، اس لئے ہم نے جوش محبت کو ایمان کی حفاظت میں دے دیا اور اس راہداری سے جسم کے قدموں کے ساتھ اور جالی سے نگاہ کے قدموں سے گذر گئے جہاں انسان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ عنہما سے بہت قریب ہوجاتا ہے، بوجھل زبانوں پر درود جاری ہوتا ہے اور بربط دل پر عقیدت وارادت کا نغمہ مچل رہا ہوتا ہے، ایک نامعلوم کیفیت کے بار سے دل کا عالم زیر وزبر ہورہا ہوتا ہے، البتہ وہ لوگ جن کا حب رسول شرک سے آلودہ ہوتا ہے ان کی جرأتوں کو سخت گیر پولیس پہلے ہی سدھا دیتی ہے، قبروں پر شرکیات کا بازار گرم کرنے والے قبر رسول سے شرافت سے گذر جاتے ہیں، جیسے کوئی جرأت دکھاتا ہے پولیس فوراً حرکت میں آتی ہے اور اس کی ساری اکڑفوں نکل جاتی ہے، کسی کی مجال نہیں جو غیر شرعی اعمال کا ارتکاب کرے، اب ہم قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیچھے کی طرف چھوڑ کر آگے بڑھ رہے تھے، جوں جوں قدم آگے بڑھ رہے تھے ہماری حسیات کی لو مدھم پڑ رہی تھی، ایسا لگ رہا تھا قرب کے احساس سے دریا چڑھ گیا تھا اور اب اترنا شروع ہوگیا ہے، شاید ایمان کا گھٹنا اور بڑھنا اسی کو کہتے ہیں۔

[جاری]

وفیات

علم وتحقیق اور سلفی غیرت وحمیت کا ایک کوہ گراں

بطل سلفیت، امام جرح وتعدیل استاد الاساتذہ وشیخ المشائخ

شیخ ربیع بن ہادی مدخلی رحمہ اللہ/مدینہ منورہ

پیدائش 1933ء...وفات 2025ء

● **شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی** (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

بطل سلفیت، قامع اخوانیت، ماہر علوم مناہج جدیدہ وجماعات منحرفہ، امام جرح وتعدیل استاد الاساتذہ وشیخ المشائخ شیخ ربیع ھادی مدخلی بتاریخ 9 جولائی 2025ء/مطابق 13 محرم الحرام 1447ھ کو 90 سال سے زائد عمر کی بہاریں گزار کر کواس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

شیخ منہج سلف کے رکھوالے تھے۔ آپ سے دوران تعلیم مدینہ منورہ متعدد مرتبہ آپکے گھر پر ملاقاتیں ہوئیں کبھی مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ بونڈیھار کے ساتھ اور کبھی استاد گرامی مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کے ساتھ اور کبھی دیگر ساتھیوں اور طلباء کے ساتھ۔

بڑی علمی شخصیت تھی، آپ سلفی دعوت کی گہری بصیرت رکھنے والے اور مسلک اہل حدیث کے باغیرت ترجمان تھے۔ ہمیشہ کتابوں کے جھرمٹ میں سانس کے آخری لمحے تک زندگی گذاردی۔

احقاق حق اور رد باطل آپکی رگوں میں دوڑتے خون کی مانند رچا ہوا تھا، افکار باطلہ اور فرق منحرفہ کے خلاف سینۂ سپر اور شمشیر بے نیام رہا کرتے تھے۔

مدینہ یونیورسٹی، سعودی معاشرے اور عالم عرب وعجم کو تحریکی افکار سے بچانے والے، منہج سلف اور مسلک محدثین کی صحیح صحیح ترجمانی کرنے والے آپ وہ واحد شخص تھے جنھوں نے بلا کسی خوف اور لومۃ لائم کے پوری زندگی اس میں لگا دی خاص طور پر صحابہ کی عظمتوں پر رافضی جراثیم سے متاثر ان تمام قطبی، بنائی، مودودی اور سلمانی کیڑوں کے لیے کیٹ ناشک تھے جو کبھی شہادت حسین کے نام پر تو کبھی ایران توران اور غزہ وفلسطین کے نام پر جھوٹے بہادری اور سرداری کا راگ الاپتے رہتے ہیں۔

آپ سینکڑوں کتابوں کے مولف تھے اور سلفیان ہند کی دھڑکن جامعہ سلفیہ کے دو برس تک مدرس اور سلفیان عالم کے ماتھے کا جھومر عالمی یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پروفیسر اور قسم السنہ کے رئیس تھے۔ اب اگر ملت اسلامیہ اس طرح کے عظیم محسنوں کا احسان نہ مانے تو سوائے سر دھننے کے اور کیا بچتا ہے۔ اللہ ذہن کے ماروں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ ذیل میں مختصراً آپکا تعارف قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

نام ونسب: ربیع بن ہادی بن محمد عمیر المدخلی

پیدائش: 1351ھ = 1933ء الجرادیہ منطقہ جیزان، سعودی عرب

پرورش وپرداخت:

آپ 1351ھ مطابق 1931ء کے آخر میں سعودی عرب

کے جازان علاقے میں سامطہ سے 3 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے گاؤں الجرادیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پیدائش کے ڈیڑھ سال بعد انتقال کر گئے، یتیمی کی زندگی گزاری، ماں کی دیکھ بھال میں پرورش و پرداخت ہوئی۔

تعلیم وتعلم:

* آٹھ سال کی عمر میں اپنی بستی میں پڑھنا لکھنا شروع کیا چنانچہ شیخ شیبان العریشی سے خط واملا اور قاضی احمد بن محمد بن جابر المدخلی اور شیخ محمد بن حسین مکی سے قرآن مجید، تجوید اور توحید وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

* 1380ھ مطابق 1961ء کے آخر میں المعهد العلمی صامطہ سے گریجویشن کیا۔

* اس کے بعد آپ نے کلیہ الشریعہ ریاض میں داخلہ لیا اور وہاں ڈیڑھ ماہ یا دو ماہ قیام کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں اسلامی یونیورسٹی کھلی تو مدینہ چلے گئے اور اسلامی یونیورسٹی کلیہ الشریعہ میں داخلہ لیا۔ اور وہاں چار سال تک تعلیم حاصل کی اور 1384ھ/1964 میں سے فراغت حاصل کی۔

* اس کے بعد کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی مکہ برانچ میں ماجستیر (پوسٹ گریجویٹ) کی تعلیم حاصل کی اور 1397ھ میں "**بین الامامین مسلم و الدارقطنی**" پر مقالہ لکھ کر حدیث میں ماسٹر ڈگری حاصل کی۔

* اسکے بعد اسی یونیورسٹی سے 1400ھ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "**النکت علی کتاب ابن الصلاح**" کی تحقیق کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔

* آپکو شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے شاہی حکم پر 1968ء-1970ء تک مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس تدریس کے لیے بھیجا آپ یہاں دیگر مشایخ کے ساتھ کم وبیش دو سال علم وعمل کے موتی لٹاتے رہے۔

* اس کے بعد آپ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں بطور پروفیسر منسلک ہو گیے اور ریٹائر ہونے تک لگے رہے۔ درمیان میں ایک لمبی مدت تک آپ کلیہ الحدیث میں قسم السنہ کے سربراہ اور رئیس بھی رہے اور پوسٹ گریجویشن اور دراسات کے طلبہ کو اپنی تحقیقی وعلمی صلاحیتوں سے فیض پہنچاتے رہے۔

مشاہیر اساتذہ:

آٹھ سال کی عمر میں اپنی بستی صامطہ میں پڑھنا لکھنا شروع کیا چنانچہ شیخ شیبان العریشی سے خط واملا اور قاضی احمد بن محمد بن جابر المدخلی اور شیخ محمد بن حسین مکی سے قرآن مجید، تجوید اور توحید وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

شیخ ناصر خلوفہ طیاش مبارکی تلمیذ شیخ احمد قرعاوی سے **بلوغ المرام** اور **نزهه النظر** وغیرہ پڑھیں اور اسکے بعد **المعهد العلمی صامطه** میں داخل ہوئے وہاں پر اس وقت کے اجلاء علماء:

شیخ علامہ حافظ بن أحمد الحکمی۔ شیخ محمد بن أحمد الحکمی۔
شیخ محمد بن یحیی النجمی۔

شیخ أمان الجامی جیسے جہابذہ سے کسب فیض کیا اور وہاں سے 1380ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اور شیخ محمد صغیر خمیسی سے اسی دوران **زاد المستقنع** بھی پڑھ لی۔ اسکے بعد مزید علمی تشنگی بجھانے کیلئے 1381ھ میں دارالسلطنت ریاض وارد ہوئے اور وہاں کلیہ الشریعہ میں داخل ہوئے۔ حسن اتفاق اسی درمیان مدینہ یونیورسٹی کے قیام کی بشارت ملی اور پھر ڈیڑھ دو مہینے کے بعد شیخ ریاض سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ وارد ہوئے اور وہاں جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لے لیا۔ مدینہ یونیورسٹی اس وقت عالم اسلام کے جہابذہ اور ماہرین فن کی آماجگاہ تھی۔ امام وقت شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ باز* محدث عصر شیخ محمد ناصر الدین الألبانی* محدث مدینہ شیخ عبدالمحسن العباد* معروف مفسر، اصولی اور حافظ علم شیخ محمد

أمین الشنقیطی*علم عقیدہ کے ماہر شیخ صالح العراقی* ماہر علوم حدیث شیخ عبدالغفار حسن رحمانی ہندی رحمہم اللہ أجمعین سے بھرپور کسب فیض کیا اور 1384ھ/1964ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

تصنیفات وتالیفات:

1 - شیخ کی سوانح(ترجمة موجزة للشيخ ربيع بن هادي المدخلي)

2 - أضواء إسلامية على عقيدة سيد قطب وفكره

3 - الحد الفاصل بين الحق والباطل - حوار مع بكر أبي زيد في عقيدة سيد قطب وفكره

4 - النصر العزيز على الرد الوجيز حوار مع عبدالرحمن عبدالخالق

5 - بيان فساد المعيار حوار مع حزبي متستر

6 - النصيحة هي المسؤولية المشتركة في العمل الدعوي

7 - انقضاض الشهب السلفية على أوكار عدنان الخلفية

8 - العواصم مما في كتب سيد قطب من القواصم

9 - دفع بغي عدنان على علماء السنة والإيمان

10 - كشف موقف الغزالي من السنة وأهلها ونقد بعض آرائه

11 - مكانة أهل الحديث ومآثرهم وآثارهم الحميدة في الدين

12 - منهج الأنبياء في الدعوة إلى الله فيه الحكمة والعقل

13 - المحجة البيضاء في حماية السنة الغراء من زلات أهل الأخطاء وزيغ أهل الأهواء

14 - مطاعن سيد قطب في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم

15 - مذكرة الحديث النبوي في العقيدة والاتباع

16 - منهج أهل السنة والجماعة في نقد الرجال والكتب والطوائف

17 - نظرات في كتاب التصوير الفني في القرآن الكريم لسيد قطب

18 - جماعة واحدة لاجماعات وصراط واحد لاعشرات حوار مع عبدالرحمن عبدالخالق

19 - التنكيل بما في توضيح المليباري من الأباطيل

20 - مآخذ منهجية على الشيخ سفر الحوالي

21 - نظرة سيد قطب إلى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم

22 - أهل الحديث هم الطائفة المنصورة والفرقة الناجية حوار مع سلمان العودة

23 - منهج الامام مسلم في ترتيب كتابه الصحيح ودحض شبهات حوله (رد على المليباري)

24 - تقسيم الحديث إلى صحيح وحسن وضعيف بين واقع المحدثين ومغالطات المتعصبين حوار مع أبي غدة ومحمد عوامة

25 - تنبيه أبي الحسن إلى القول بالتي هي أحسن

26 - إعانة أبي الحسن على الرجوع بالتي هي أحسن

27 - إبطال مزاعم أبي الحسن حول المجمل والمفصل

28 - موقف أبي الحسن من أخبار الآحاد

29 - انتقاد عقدي ومنهجي لكتاب السراج الوهاج لأبي الحسن

30 - التثبت في الشريعة الاسلامية وموقف أبي الحسن منه

31 - دحر افتراءات أهل الزيغ والارتياب عن دعوة الامام محمد بن عبدالوهاب رحمه الله

العظيمة على المسلمين جميعا

100 - جناية أبي الحسن على الأصول السلفية

101 - موقف الإسلام من عيسى عليه الصلاة والسلام تقتضي من النصارى أن يؤمنوا بمحمد صلى الله عليه وسلم وبما جاء به

102 - براءة أهل السنة مما نسبه إليهم ذو الفتنة

103 - واقع مصارحات حسن الصفار ومعالجاته للملفات المزمنة والحساسة

104 - أئمة الحديث ومن سار على نهجهم هم أعلم الناس بأهل الأهواء والبدع

105 -حكم الإسلام في شد الرحال إلى قبور الأنبياء والصالحين

106 - أهل البدع يدخلون في جرح أئمة الحديث دخولا أوليا وغير أهل البدع يدخلون في تحذيرهم دون شك

107 - نصيحة الشيخ ربيع للسلفيين في فرنسا

108 - تكملة المقال السابق أهل البدع يدخلون في جرح أئمة الحديث دخولا أوليا وغير أهل البدع يدخلون في تحذيرهم دون شك

109 - من إنجازات موقع الأثري

110 - هل يجوز التنازل عن الواجبات مراعاة للمصالح والمفاسد وعند الحاجات والضرورات

111 - خطورة الحدادية الجديدة وأوجه الشبه بينها وبين الرافضة

112 - سماحة الشريعة الإسلامية وحب الله تعالى أن تؤتى رخصه وحث رسول الله على ذلك

113 - تنبيه الدكتورالقاري إلى خطورة قوله إن التصوف الصحيح هو عين التوحيد ومن مذاهب أهل السنة

114 - نصيحة نافعة من الشيخ ربيع إلى كتاب شبكة سحاب السلفية

115 - ذكرى للمسلمين عموما ولعلمائهم وحكامهم خصوصا

116 - عقيدة المليباري ومنهجيته الخطيرة في دراسة السنة وعلومها

117 - المليباري يهدم مصرا ويعوض الناس بعرا

118 - مناقشة الهادي المختار ومن معه في ذبهم عن الصوفية

119 - موقف الإمامين ابن تيمية وابن القيم من الصوفية

120 - براءة الأمناء مما يبهتهم به أهل المهانة والخيانة الجهلاء

121 - طعن الحداد في علماء السنة

122 - الإحسان

123 - الكتاب والسنة: أثرهما ومكانتهما والضرورة إليهما في إقامة التعليم في مدارسنا

124 - ليبلوكم أيكم أحسن عملا

125 - بيان سماحة الإسلام وما فيه من الرحمة

126 - إبطال دعوى عبد العزيز القارئ أن (التصوف) هو (عين التوحيد) وأن الصوفية من أهل السنة والجماعة (الحلقة الثانية)

127 - إبطال دعوى عبد العزيز القارئ أن (التصوف) هو (عين التوحيد) وأن الصوفية من أهل السنة والجماعة (الحلقة الثالثة)

128 - مناقشة الهادي المختار في ذبه عن الصوفية (الحلقة الثانية)

129 - رد الصارم المصقول إلى نحر شاهره المخذول الجاهل العابث بالأصول (نقد لفالح الحربي)

130 - رد الصارم المصقول إلى نحر شاهره المخذول الجاهل العابث بالأصول (نقد لفالح الحربي)- الحلقة الثانية

131 - نداء إلى الأمة الإسلامية

132 - الانتصار للرسول المختار

133 - لا يا مفتي مصر ما هكذا تورد الإبل

134 - الذب عن رسالة محمد صلى الله عليه وسلم

135 - الروافض بين تقديس المشاهد وتخريب المساجد

136 - المهدي بين أهل السنة والروافض

137 - من هم الإرهابيون؟ أهم السلفيون؟! أم الروافض؟

138 - الذب عن رسالة محمد صلى الله عليه وسلم (الحلقة الثانية حرية الرأي)

139 - أبو الحسن المأربي يحامي بالخيانة والبهتان عمن يدعو إلى حرية وأخوة الأديان

140 - طريق الحوار الصحيح الهادف الموصل إلى الوحدة الإسلامية

141 - القول الواضح المبين في المراد بظل الله الذي وعد به المؤمنين العاملين

142 - مكانة الصحابة رضي الله عنهم في القرآن والسنة وعند أهل البيت والأمة الإسلامية (الحلقة الأولى)

143 - مكانة الصحابة رضي الله عنهم في القرآن والسنة وعند أهل البيت والأمة الإسلامية (الحلقة الثانية)

144 - دفع بهت وكيد الخائنين عن العلامة ابن عثيمين -رحمه الله-

145 - نصيحة ودعوة للبابوات إلى الإسلام

146 - هل يجوز أن يرمى بالإرجاء من يقول إن الإيمان أصل والعمل كمال (فرع)؟

147 - تكملة لبحث سماحة الإسلام

148 - الإسناد خصيصة هذه الأمة والجرح والتعديل قائم في الرواة ما بقي هذا الدين

149 - تذكير النابهين بسير أسلافهم حفاظ الحديث السابقين واللاحقين (المقدمة)

150 - الفتوى العصرية لمفتي الديار المصرية

151 - مكانة الصلاة في الإسلام وآثارها الطيبة

152 - رسالة إلى شيخ الأزهر

153 - رسالة ثانية إلى شيخ الأزهر (حول مناصب المرأة وعملها)

تحقیقات وتخریجات:

171 - تحقيق من عيب على مسلم إخراج حديثه والإجابة عنه (جزء من كتاب المدخل للحاكم)

172 - تحقيق كتاب قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة لشيخ الاسلام ابن تيمية

علامہ ربیع مدخلی رحمہ اللہ کی ثقاہت وعدالت پر علماء کرام کے تعریفی کلمات:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’شیخ ربیع کا شمار اہل سنت وجماعت کے بہترین وخیرہ لوگوں میں ہوتا ہے، انہیں اہل سنت میں سے جانا جاتا ہے، اور ان کی

تحریریں اور مضامین معروف ومشہور ہیں''۔ (شریط بعنوان ثناء العلماء علی الشیخ ربیع)

امام البانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''عصر حاضر میں جرح وتعدیل کے پرچم کو بخوبی وحق کے ساتھ بلند کرنے والے ہمارے بھائی ڈکتور ربیع ہیں، اور جو لوگ ان کی تنقید کرتے ہیں وہ کبھی بھی علم کے ساتھ ان کی تنقید نہیں کرسکتے، کیونکہ علم شیخ ربیع کے ساتھ ہے''۔ (شریط الموازنات بدعۃ العصر)

نیز آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''وہ حضرات جو شیخین (یعنی شیخ ربیع المدخلی اور شیخ مقبل الوادعی) کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، ایسے افراد یا تو جاہل ہوتے ہیں جنہیں تعلیم کی ضرورت ہے، یا وہ اپنے نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، جن کے شر وفتنہ سے پناہ مانگی جائے، اور ہم اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں کہ وہ یا تو ان کو ہدایت دے دے یا پھر ان کی پسلی توڑ دے''۔ (سلسلۃ الہدی والنور:851)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے شیخ ربیع پر تنقید کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

''ہماری نظر میں یہ ایک بہت بڑی غلطی وگناہ کا کام ہے، کیونکہ شیخ ربیع علماء سنت اور بہترین لوگوں میں سے ہیں، ان کا عقیدہ ومنہج درست ہے، لیکن جب انھوں نے متاخرین میں سے کچھ (گمراہ) لوگوں کے بارے میں بات (رد) کی تو (گمراہ) لوگوں نے انہیں ان (برے القاب) عیبوں سے بدنام کرنا شروع کردیا''۔ (شریط کشف اللثام)

شیخ مقبل الوادعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حزبیوں (فرقوں) کی شناخت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں''۔ (تحفۃ القریب والمجیب)

شیخ محمد بن عبدالوہاب البنا رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میں کہتا ہوں کہ ربیع ہادی آج کے زمانے کے یحییٰ بن معین ہیں''۔ (الثناء البدیع)

نیز فرمایا: ''میں سلفی اور غیر سلفی کو پہچانتا ہوں، اور آپ سبھی بھی بخوبی جانتے ہیں، ہم اس زمانے میں (معروف) انسان کی سلفیت اور اس کی استقامت کو بلکہ اجنبی لوگوں کے منہج کو بھی شیخ ربیع کی محبت سے پہچان لیتے ہیں''۔ (مسائل العلامۃ محمد البنّاؒ)

شیخ احمد بن یحییٰ النجمی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جو شخص شیخ ربیع پر تنقید کرتا ہو، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بدعتی ہے، بدعتیوں کو پسند کرتا ہے اور ان کی سہولت کاری کرتا ہے''۔ (فتاوی عبر الہاتف:12)

شیخ زید بن محمد المدخلی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''شیخ ربیع کی جانب سے بدعتیوں کے خلاف دئے گئے جوابات اعلاء کلمہ حق کے طور پر ایک جہاد ہے، اور یہ مسلمانوں کے لئے ایک نصیحت ہے خصوصاً مبتدی طلاب علم اور ان جیسے لوگوں کے لیے پند ونصائح ہیں جو عقائد ومناہج اور ردود کے فن میں زیادہ معلومات نہیں رکھتے، تاکہ وہ حرام کاموں اور بدعات میں نہ واقع ہوجائیں''۔ (مقدمۃ کتاب جماعۃ واحدۃ لا جماعات)

یہ اہل علم کی شہادت ہے انہوں نے شیخ ربیع رحمہ اللہ کے بارے میں اپنے دروس، محاضرات اور خطابات وغیرہ میں دئے ہیں اور یہ اس بات کی شہادت اور گواہی کے لیے کافی ہیں کہ شیخ کا مقام اور مرتبہ اہل علم اور اہل فضل کے درمیان بہت بلند تھا اور علماء کی نگاہوں میں بڑی قدر سے دیکھے جاتے تھے اور آپ پر علمی اعتبار سے اعتماد اور بھروسہ کیا جاتا تھا۔ اللہ آپ کو غریق رحمت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ (آمین)

فقہ وفتاویٰ

ماہِ محرّم کے متعلق بعض مسائل وفتاوے

● شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال:

محرم الحرام کے مہینے میں نوحہ و ماتم کرنا کیسا ہے؟ اوراسکے علاوہ دیگر جو رسومات و بدعات انجام دئے جاتے ہیں کیا اسلام ان کی اجازت دیتا ہے؟ دلائل سے واضح فرمائیں؟

جواب:

ہجری کیلنڈر کے اعتبار سے ماہ محرم الحرام عربی تاریخ کا پہلا مہینہ ہے اور یہ اشہر حرم میں سے ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس مہینے میں روزہ رکھنے کو مسنون قرار دیا ہے خاص طور پر عاشورہ کا روزہ اس لئے جہاں ایک طرف اس مہینے کی حرمت کے پیش نظر اس میں خاص طور پر ظلم، پاپ اور گناہ کے کاموں سے بچنا ہے وہیں اس مہینے کے افضل اعمال میں سے روزہ کے عمل کو بھی انجام دیکر سنت نبوی کو زندہ رکھنا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس بعض اہل بدعت اور اصحاب تشیع نے اس مہینے کو حرمت اور روزے جیسے مبارک عمل کے بجائے نوحہ اور ماتم کا مہینہ سمجھ کر نہ جانے اس میں کیا کیا غیر شرعی اعمال اور کردار اختیار کر لیے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ ان پر نہ تو قران اور حدیث کی کوئی دلیل ہے اور نہ ہی اصحاب رسول اکرم ﷺ کی سیرت وسوانح میں اسکی کوئی ٹھوس بنیاد ہے۔

اہل بدعت نے شیعوں کی تقلید میں اس مہینے کو ایک طرف غم کا مہینہ قرار دے کر بدعات وخرافات کا ارتکاب کیا تو دوسری طرف سبیل حسین اور نذر و نیاز کے نام پہ نوع بنوع کھانے کا اہتمام کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سے دسویں محرم تک مجالس عزاداری قائم ہوتی ہیں جن میں ماتم کیا جاتا ہے خصوصا کربلا سے متعلق جھوٹی اور فرضی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں اس پس منظر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر در پردہ حملے کئے جاتے ہیں۔ جیسے شیعہ کھلم کھلا صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اسی طرح یہ چاہتے ہیں کہ ہماری طرح دیگر مسلمان بھی حضرات صحابہ کو گالی دے کر اپنا ایمان ضائع کریں۔ بغیر ثبوت کے یزید کو سب وشتم کیا جاتا ہے۔ یاد رہے ہم مسلمانوں کو اسلام نے ماتم سے منع کیا ہے جو ماتم کرے یا ماتم کی مجلس قائم کرے وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"ليس مِنَّا من ضربَ الخدودَ، وشَقَّ الجيوبَ، ودعا بدَعْوَى الجاهليَّةِ". [صحیح البخاری:1297]

ترجمہ: جس نے منہ پیٹا، گریبان چاک کیا اور دور جاہلیت کی پکار لگائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اسی طرح شہادت حسین اور ماتم کے پس منظر میں جس طرح صحابی رسول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کا جو دروازہ کھولا جاتا ہے ایسے لوگوں کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پڑھ لینا چاہئے:

"لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مدّ أحدهم ولا نصيفه".[صحیح البخاری:3673،صحیح مسلم:2541]

''میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ اگر تم میں کا کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کئی ایک کبار صحابہ کرام کی شہادت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موت پر غمزدہ بھی ہوئے مثلا حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو یہ لوگ کرتے ہیں، اور اگر یہ کام خیر و بھلائی ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں ہم پر سبقت لے جاتے۔

چنانچہ محرم کے دنوں میں کربلا اور امام حسین کی شہادت پر جو کچھ کیا جاتا ہے اس کی دین اسلام میں کوئی دلیل نہیں ملتی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی اس کی تعلیم نہیں دی، اور نہ ہی کسی صحابی یا کسی دوسرے کی موت پر ایسے اعمال کیے، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت پر صحابہ کرام نے بھی ایسا نہیں کیا۔

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی مصیبت تو حسین رضی اللہ عنہ کی موت سے بھی زیادہ تھی۔

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہر مسلمان کو حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے پر غمزدہ ہونا چاہیے کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ کرام میں سے تھے اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور آپ کی اس بیٹی کی اولاد میں سے جو سب بیٹیوں سے افضل تھی، اور پھر حسین رضی اللہ عنہ عابد وزاہد اور سخی وشجاعت و بہادری کا وصف رکھتے تھے۔

لیکن شیعہ حضرات جو کچھ کرتے ہیں اور جزع وفزع اور غم کا اظہار جس میں اکثر طور پر تصنع و بناوٹ اور ریاء ہوتی ہے ان کا یہ عمل اچھا نہیں۔

حالانکہ جناب حسین رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو اپنے صاحبزادے حسین سے افضل تھے انہیں شہید کیا گیا لیکن وہ ان کے شہید ہونے پر ماتم نہیں کرتے تھے جس طرح وہ حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے والے دن ماتم کرتے ہیں۔

کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ کے والد علی رضی اللہ عنہ کو ۴۰ھ سترہ رمضان المبارک جمعہ کے روز اس وقت شہید کیا گیا جب وہ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے جارہے تھے۔

اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں انہیں محاصرہ کرکے ان کے گھر میں ماہ ذوالحجہ ۳۶ھ کے ایام تشریق میں شہید کیا گیا، اور انہیں رگ رگ کاٹ کر ذبح کیا گیا، لیکن لوگوں نے انکی شہادت کے دن کو ماتم نہیں بنایا۔

اور اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں انہیں نماز فجر پڑھاتے ہوئے محراب میں قرآن مجید کی

تلاوت کرتے ہوئے شہید کیا گیا لیکن لوگوں نے ان کی موت کے دن کو ماتم کا دن نہیں بنایا۔

اوراسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے افضل تھے اور لوگوں نے ان کی موت کے دن کو ماتم والا دن نہیں بنایا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دنیا وآخرت میں اولاد آدم کے سردار ہیں آپ کو بھی اسی طرح قبض کیا گیا اور فوت کیا گیا جس طرح پہلے انبیاء کو فوت کیا گیا، لیکن کسی ایک نے بھی ان کی موت کو ماتم نہیں بنایا۔

اس طرح کی مصیبتوں کے وقت سب سے بہتر وہی عمل ہے جو حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے اپنے نانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس کسی مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچی ہو اور وہ مصیبت یاد آئے چاہے وہ پرانی ہی ہو چکی ہو تو وہ نئے سرے سے دوبارہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ تعالی اسے اس مصیبت کے پہنچنے والے دن جتنا ہی اجر وثواب عطا کرتا ہے۔

اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔[دیکھیں: البدایۃ والنھایۃ:۸/۲۲۱]

ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

’’چوتھی صدی ہجری کے آس پاس بنو بویہ کے دور حکومت میں رافضی شیعہ حضرات اسراف کا شکار ہوئے اور بغداد وغیرہ میں یوم عاشوراء کے موقع پر ڈھول پیٹے جاتے اور راستوں اور بازاروں میں ریت وغیرہ پھیلا دی جاتی اور دکانوں پر ٹاٹ لٹکا دئے جاتے، اور لوگ غم وحزن کا اظہار کرتے اور روتے، اور ان میں سے اکثر لوگ اس رات پانی نہیں پیتے تھے تاکہ حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت ہو کیونکہ وہ پیاسے شہید ہوئے تھے۔

پھر عورتیں چہرے ننگے کر کے نکلتیں اور اپنے رخسار پیٹتیں اور سینہ کوبی کرتیں ہوئی بازاروں سے ننگے پاؤں گزرتیں اور اسکے علاوہ بھی کئی ایک قبیح قسم کی بدعات اور شنیع خواہشات اور اپنی جانب سے ایجاد کردہ تباہ کن اعمال کرتے، اور اس سے وہ حکومت بنوامیہ کو برا قرار دیتے کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ ان کے دور حکومت میں شہید ہوئے تھے۔

لیکن اہل شام کے نواصب نے شیعہ و رافضیوں کے برعکس کام کیا، وہ یوم عاشوراء میں دانے پکا کر تقسیم کرتے اور غسل کر کے خوشبو لگا کر بہترین قسم کا لباس زیب تن کرتے اور اس دن کو تہوار اور عید بنا لیتے اور مختلف قسم کے کھانے تیار کر کے خوشی وسرور کا اظہار کرتے، ان کا مقصد رافضیوں کی مخالفت اور ان سے عناد ظاہر کرنا تھا‘‘۔[البدایۃ والنھایۃ:۸/۲۲۰]

٭ جس طرح اس دن ماتم کرنا بدعت ہے اسی طرح اس دن خوشی وسرور ظاہر کرنا اور جشن منانا بھی بدعت ہے، اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

☆ ’’حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سبب میں شیطان نے لوگوں میں دو قسم کی بدعات ایجاد کروائیں ایک تو یوم عاشوراء کے دن ماتم کرنا اور غم وحزن کا اظہار اور سینہ کوبی کرنا اور مرثیے پڑھنا...اور دوسری بدعت خوشی وسرور کا اظہار کرنا...

ان لوگوں نے غم وحزن اور ماتم ایجاد کیا اور دوسروں نے اس کے مقابلہ میں خوشی وسرور ایجاد کی اور اس طرح وہ یوم عاشوراء کو سرمہ ڈالنا اور غسل کرنا اور اہل وعیال کو زیادہ کھلانا پلانا اور عادت

سے ہٹ کر انواع و اقسام کے کھانا تیار کرنا جیسی بدعت ایجاد کر لی، اور ہر بدعت گمراہی ہے ائمہ اربعہ وغیرہ دوسرے مسلمان علماء نے نہ تو اسے اور نہ ہی اس کو مستحب قرار دیا ہے۔

[منہاج السنۃ: ۴/ ۵۵۴ مختصرا]

اس طرح اس ماہ سے متعلق چند مشہور بدعات مروجہ کا ذکر بھی ضروری ہے جیسے

* شیعوں کی طرح واقعہ کربلا کو مبالغے اور رنگ آمیزی سے بیان کرنا۔

*حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کی بحث کے ضمن میں جلیل القدر صحابہ کرام (خاص کر حضرت معاویہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہما) کو ہدف طعن و تشنیع بنانے میں بھی تامل نہ کرنا۔

* ماہ محرم کو سوگ کا مہینہ سمجھ کر اس مہینے میں شادی بیاہ نہ کرنا۔

* دس محرم کو تعزیے نکالنا، انہیں قابل تعظیم و پرستش سمجھنا، ان سے مرادیں اور منتیں مانگنا۔

*کھچڑا پکانا، حلیم پکانا اور پانی کی سبیلیں لگانا، اپنے بال بچوں کو ہرے رنگ کے کپڑے پہنا کر انہیں حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بنانا۔

* دس محرم کو تعزیوں اور ماتم کے جلوس میں ذوق وشوق کے ساتھ شرکت کرنا اور کھیل وکود سے ان محفلوں کی رونق میں اضافہ کرنا۔

* ذوالجناحین (دو پر والے گھوڑے) کے جلوس میں ثواب کا کام سمجھ کر شرکت کرنا۔

* دس محرم کو مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کرنا، ماتم اور نوحہ میں شرکیہ کلمات ادا کرنا۔

* دس محرم کو اظہار غم کی خاطر زیب وزینت اور عمدہ لباس کو چھوڑ کر ننگے سر، ننگے پاؤں اور ننگے بدن رہنا۔

* دس محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر فاتحہ اور نذر ونیاز دینا۔

بطور مثال میں نے مذکورہ چند مروجہ بدعات کا ذکر کیا ہے ورنہ یہ اور اس جیسی بے شمار واہیات اعمال ماہ محرم میں آج مسلمانوں کا ایک طبقہ کار خیر اور ثواب سمجھ کر انجام دے رہا ہے حالانکہ انہیں اس بات پر غور وفکر کرنا چاہئے کہ ہر وہ عمل جس کی قرآن وسنت اور خلفاء راشدین نیز خیر القرون میں کوئی دلیل نہ ہو وہ عمل لایعنی اور بے کار ہے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ ماہ محرم میں نفلی روزوں کے علاوہ اور کوئی عبادت ثابت نہیں پس روزہ کے علاوہ ہر عمل قابل رد ہوگا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد".

''جس نے کار خیر سمجھ کر کوئی کام کیا اور اس کا میں نے حکم نہیں دیا تو وہ عمل مردود ہے''۔[مسلم حدیث نمبر:1718]

ایک مسلمان کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی اتباع ہی کافی ہے، اس لئے اہل اسلام کو اس طرح کے باطل اور بے بنیاد اور واہی تباہی اعمال اور جھوٹے قصوں سے دور رہنا چاہئے۔

هذاماعندی والله اعلم بالصواب

آئینۂ جمعیت و جماعت

جمعیت کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ کی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام پندرہویں آل انڈیا اہل حدیث ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ و معلمین (مئی ۲۰۲۵) میں شرکت:

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے 4رمئی تا 10رمئی 2025 مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے ہونے والے ریفریشر کورس برائے ائمہ و معلمین و دعاۃ کی 4رمئی بروز اتوار کی نشست میں شرکت کی اور مشارکین کو نصیحت کرتے ہوئے توحید پر قائم رہنے، اپنے علماء سے جڑے رہنے اور آپس میں ایک دوسرے کی عزت کرنے کی تلقین کی اور تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ کی راہ میں ہونے والی پریشانیوں پر صبر کرنے اور جمعیت و جماعت سے وابستگی اور تعلقات مضبوط کرنے کی نصیحت کی۔

اسی طرح صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے جامعہ اسلامیہ سنابل کے 38رویں پیچ کے فارغین کی تقسیم اسناد کے موقع پر جامعہ اسلامیہ سنابل نئی دہلی میں منعقدہ پروگرام میں شرکت کی اور طلبہ جامعہ کو قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

2رمئی بروز جمعہ مسجد اہل حدیث کاشی میرا میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ''وطن عزیز کے موجودہ حالات میں مسلمان کیا کرے'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو توحید پر ثابت قدم رہنے صبر اور استقامت سے کام لینے اور مومن کا ہتھیار دعا کا سہارا لینے کی تلقین کی۔

4رمئی بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شولاپور، مہاراشٹر کے ایک اہم پروگرام میں شرکت کی اور ''منہج سلف اور شبہات کا ازالہ'' کے عنوان پر قرآن و سنت کی روشنی میں عوام الناس کو نصیحت کی۔

5رمئی بروز پیر شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے بحر الحکمہ باندرہ میں حج تربیتی پروگرام میں شرکت کی اور خاص طور سے حجاج کرام اور عمومی طور سے قرب وجوار کے حاضرین کو حج جیسی اہم عبادت کے طریقے بتائے نیز حج وعمرہ کے فضائل قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا۔

10رمئی بروز سنیچر مسجد اہل حدیث التوحید الوے نوی ممبئی میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے ''موجودہ حالات میں مسلمان کی ذمہ داری'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

10رمئی بروز سنیچر شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے مسجد بلال مرکزی جامع مسجد اہل حدیث نیمارنگ، جموئی، بہار کے ایک اجتماع میں شرکت کی۔ جس میں بالترتیب درج ذیل موضوعات پر محاضرہ پیش کیا: (۱) قبر کے تین منہجی سوالات، (۲) اخوانیت تعارف اور گمراہیاں، (۳) علماء ہی دعاۃ ہیں۔

11رمئی بروز اتوار شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے جامع مسجد دادر منڈی پچھم دروازہ، پٹنہ سٹی کے ایک اجلاس میں شرکت کی جس کی دو اہم نشستوں میں بالترتیب درج ذیل موضوعات پر خطاب کیا: (۱) تعلیم وتعلم کے چار اہم عناصر: علم، حلم وبردباری، امانت داری اور صبر۔ (۲) دور حاضر میں عورتوں کی تعلیمی بیداری اور اس کا حل۔

16رمئی بروز جمعہ شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے جامعۃ التوحید بھیونڈی میں ''سلفی دعوت کے اصول'' کے موضوع پر اہم محاضرہ پیش کیا جس سے وہاں کے طلبہ اور اساتذہ نے استفادہ کیا۔

17رمئی بروز سنیچر شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے صفہ فاؤنڈیشن کوسہ ممبرا میں بعد نماز عصر خواتین کے لئے ایک خصوصی درس میں شرکت کی اور ''علم کن سے اور کیسے حاصل کریں''؟ جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

18رمئی بروز اتوار بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد اہل حدیث دارالہدیٰ 90رفٹ روڈ ساکی ناکہ میں ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ سینٹرل کرلا کے زیر اہتمام ایک اجلاس عام بعنوان ''موجودہ حالات میں سیرت ابراہیمی کی اہمیت وضرورت'' منعقد ہوا جس میں صدارت فضیلۃ الشیخ جمیل احمد سلفی رحفظہ اللہ (امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ سینٹرل کرلا) جبکہ نظامت کے فرائض شیخ جلال الدین محمدی رحفظہ اللہ (ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ سینٹرل کرلا) نے ادا کیے۔ اس اجلاس عام کے پہلے خطیب شیخ عبدالشکور مدنی رحفظہ اللہ نے ''آل ابراہیم کی سیرت کے چند پہلو'' پر روشنی ڈالی جبکہ مہمان خطیب فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ (شارجہ) نے ''اسوہ ابراہیمی'' پر روشنی ڈالتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور آپ کی آزمائش نیز توحید کے قیام اس کی تبلیغ اور شرک سے لوگوں کو دور رکھنے میں آپ کے کردار کو اجاگر کیا اور قربانی جیسے اہم واقعہ پر بھی روشنی ڈالی۔

18رمئی بروز اتوار شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے بعد نماز مغرب تا عشاء جامع مسجد اہل حدیث مسلم نگر، دھاراوی میں ''نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

19رمئی بروز پیر بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث دارالسلام کوسہ ممبرا میں شیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ کا خصوصی خطاب رکھا گیا جس میں آپ نے ''قیامت کے دو اہم سوال'' جیسے حساس موضوع پر خطاب کیا اور لوگوں کو اس کی تیاری کی تلقین کی۔

23رمئی بروز جمعہ 2025 صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے پونے کے اعظم کیمپس میں منعقدہ ایک پروگرام میں شرکت فرمائی اور ''دور حاضر میں دین وایمان کی حفاظت'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

24رمئی بروز سنیچر شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے مہسلہ کے ایک نکاح کے پروگرام میں شرکت کی اور موقع کی مناسبت سے وہاں موجود حاضرین کو قرآن وسنت کی روشنی میں ''غیرت کا حکم اور نوجوانوں کی بے غیرتی'' جیسے اہم موضوع سے متعلق نصیحت کی۔

7رجون بروز سنیچر مسجد اہل حدیث دارالسلام، کوسہ ممبرا میں عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے عیدالاضحیٰ کا خطاب پیش کیا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

امیر محترم نے خطبۂ مسنونہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجا اور توحید، تقویٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تلقین پر مبنی آیاتِ قرآنی تلاوت فرمائی۔

امیر محترم نے آگے فرمایا کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب اور

بہترین طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور دین میں نئی باتوں سے اجتناب کی تاکید کی۔

امیر محترم نے عید کی تکبیرات "اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ" پڑھی، جو عیدین کی نماز اور ایامِ تشریق میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور حمد وثنا کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔

پھر آپ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن عید اور قربانی کا دن ہے۔ نیز وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال بھر کے ایام میں سب سے عظیم دن ''یوم النحر'' ہے۔ اور یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے ایک عظیم انعام اور خوشی کا موقع ہے۔

امیر محترم نے تکبیراتِ عید کے گہرے مفہوم پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ صرف خوشی کا اظہار نہیں بلکہ اللہ کی کبریائی، اس کی بڑائی کا بیان اور تمام طاغوتی طاقتوں اور غیر اللہ کی عبادت کے انکار کا اعلان ہے۔

انھوں نے کہا کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا اقرار اس بات کی صراحت ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور یہی یقین ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں ہونا چاہیے۔

شیخ نے مزید فرمایا کہ یہ تکبیرات محض ایک نغمہ یا زمزمہ نہیں بلکہ یہ دنیا کی سب سے عظیم سچائی اور حقیقت کا مظہر ہیں۔

امیر محترم نے کہا کہ عید الاضحیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی تجدید کا دن ہے۔ انھوں نے اللہ کی فرمانبرداری کی وہ بے مثال داستان رقم کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کی اسی عظیم قربانی اور فرماں برداری کی یاد میں اللہ تعالیٰ نے اس سنت کو قیامت تک کے لیے جاری فرما دیا اور جب ہم قربانی کرتے ہیں تو درحقیقت ہم ایک جانور ذبح نہیں کرتے بلکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت کو زندہ کرتے ہیں جو اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری پر مبنی ہے۔

شیخ نے کہا کہ قربانی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کیلئے اخلاص، اطاعت، فرماں برداری اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا ہے۔ ہمارے جذبات اور خواہشات اللہ کے حکم کے تابع ہونے چاہیے۔ ہمارا لباس، شکل وصورت، طور طریقہ، کردار اور معاملات سب اللہ کے حکم کے مطابق ہوں۔ قربانی کی مناسبت سے اسی عہد کی تجدید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہماری قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اس کے پیچھے ہمارا جذبہ، نیت، اخلاص اور تقویٰ پہنچتا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ [الحج:۳۷]

امیر محترم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کے تین نمایاں پہلو کو بھی بیان کیا:

۱) توحید پر ثابت قدمی اور شرک سے بیزاری۔

۲) اللہ پر کامل توکل۔

۳) اپنے وطن کے لیے امن وامان کی دعا۔

موجودہ دور میں، خصوصاً فلسطین میں، مسلمانوں کو درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے امیر محترم نے کہا کہ یہ امت ایک جسم کی مانند ہے، لہٰذا ہمیں ان کے غم میں شریک ہونا چاہیے اور ان کی بہتری کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ نیز اپنے وطن میں بھی امن وامان، رواداری اور اچھے حالات کیلئے دعا گو رہنا چاہیے۔ انھوں نے یہودی سازشوں اور نفرت انگیز سیاست سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی۔

شیخ نے فرمایا کہ ہمارے خلاف ہونے والے پروپیگنڈوں کا جواب جذباتیت یا غلط طریقوں سے نہیں دینا ہے۔ لہٰذا ہم

مظاہروں اور انتشار سے بچیں اور ایک ذمہ دار شہری کا کردار ادا کریں۔

شیخ نے علماء اور جماعتی زندگی سے منسلک رہنے کو اتحاد کے لیے ضروری قرار دیا اور ہر آواز کے پیچھے بھاگنے سے گریز کرنے کی تاکید کی، کیونکہ یہ ہر دور کا فتنہ رہا ہے۔

شیخ نے کہا کہ قربانی کرتے وقت اخلاص نیت کے ساتھ ساتھ صفائی ستھرائی کا مکمل خیال رکھیں۔ قربانی کے فضلات اور ناقابل استعمال اجزاء کو گلیوں، سوسائٹیوں یا گھروں کے باہر پھینکنے سے اجتناب کریں، کیونکہ یہ عمل دین، اخلاق اور سماجی آداب کے خلاف ہے۔

امیر محترم نے تمام مرد وزن کو اللہ کا فرماں بردار بن کر تقویٰ اور اللہ کی اطاعت والی زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ انھوں نے اس ایمان ویقین پر زور دیا کہ اللہ کی فرماں برداری کرنے والوں کو ہی اللہ تعالی غلبہ عطا کرتا ہے۔

امیر محترم نے نبی اکرم ﷺ کی وصیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا ہی گمراہی سے بچنے کا واحد راستہ ہے۔

مزید آپ حفظہ اللہ نے کہا کہ اللہ کا رنگ "صِبْغَةَ اللَّهِ" یعنی دینِ اسلام اور توحید وسنت کا رنگ ہی ہمارا حقیقی رنگ ہونا چاہیے۔

امیر محترم نے دعا کی کہ اللہ تعالی ہم سب کی عبادات اور قربانیوں کو قبول فرمائے، ہمیں اپنی اطاعت وفرماں برداری اور نبی ﷺ کی سنت پر کاربند رہنے کی توفیق دے اور اسی حالت پر موت عطا فرمائے۔ دنیا بھر کے مظلوموں، بالخصوص فلسطینی مسلمانوں کی خصوصی مدد فرمائے۔ ہمارے وطن عزیز میں امن وامان قائم رکھے اور نفرت کی سیاست سے محفوظ رکھے۔ آمین

15/جون بروز اتوار شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے جامع مسجد کونڈ، داپولی رتنا گیری کے خصوصی اجتماع میں شرکت کی اور ''عید قرباں کا پیغام'' پر خطاب کیا۔

24/جون بروز منگل شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے جمعیت اہل حدیث اورنگ آباد مسجد توحید کے اجلاس میں شرکت کی اور ''وقت کی اہم ضرورت: منہج سلف کی دعوت یا خدمت خلق'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

29/جون بروز اتوار شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے کونڈوا، پونہ کے ایک اہم پروگرام میں شرکت کی اور ''فتنہ، معنی ومفہوم اور اس کی قسمیں'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

29/جون بروز اتوار بعد نماز مغرب عشاء مسجد اہل حدیث فیضان اپارٹمنٹ جوگیشوری ممبئی میں مہمان خطیب دکتور عبدالحمید ظفر/حفظہ اللہ (شارجہ) کا خصوصی درس رکھا گیا جس میں شیخ محترم نے قرآن وسنت کی روشنی میں وہاں پر موجود حاضرین کو اہم قیمتی نصیحت کی۔

7/جولائی بروز پیر بعد نماز عشاء مسجد حدیث محمدیہ مسلم نگر کمھار واڑا دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی/حفظہ اللہ کا خصوصی درس کا اہتمام کیا گیا جس میں ہجرت مدینہ کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس سے حاصل ہونے والے چند اہم اسباق پر روشنی ڈالی اور اس سے نصیحت حاصل کرنے اور اسی کے مطابق زندگی گزارنے تلقین کی۔

اسی طرح ماہ محرم کی مناسبت سے عاشوراء اور محرم نیز اہل بیت سے متعلق شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ، شیخ عبدالرشید سلفی/حفظہ اللہ ودیگر علماء کے ویڈیوز اور مفید دروس کو سوشل میڈیا پر نشر کیا گیا جس سے کثیر تعداد نے فائدہ اٹھایا۔

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
May-June 2025

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد اللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشرواشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورۂ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumb
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com